(ایک رومانی ناول)

پنجابی پُستک بھنڈار

ناشر :

پنجابی پُستک بھنڈار

دریبہ کلاں دہلی ۶

لائبریری (مجلد) ایڈیشن

جون ۱۹۶۹ء

طابع : خواجہ پریس دہلی

BAADBAAN : ARIF MARHARWI

ایک

پوجا پوری کرکے نرملا دیوی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکایا اور پھر اٹھ کر پیچھے ہٹتی ہوئی دہلیز تک آئیں اور چپلیں پاؤں میں ڈال کر کمرہ سے باہر نکل آئیں....

باہر نکلتے ہی ان کی نظر یں سامنے ہی دیوار پر لگی ہوئی ایک قدِ آدم تصویر پر پڑیں اور وہ ٹھٹھک کر رک گئیں، پھر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی وہ تصویر کے پاس پہنچ کر رک گئیں۔

بہت دیر تک، وہ تصویر کو غور سے دیکھتی رہیں اور ان کے چہرے کی جھرّیاں کچھ اور گہری ہو گئیں۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھر آئی۔ وہ آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر تصویر پر پھیرنے لگیں، پھر آہستہ سے بولیں۔

"بھورانی.....!"

اور ان کی آواز بھرّا گئی۔ آنسوؤں کے دو قطرے ڈھلک کر جھرّیوں میں جذب ہو گئے اور کپکپاتا ہوا ہاتھ تصویر پر رینگتا رہا۔

دفعتاً ایک بوڑھی آواز نے انھیں چونکا دیا۔

"مالکن....!"

نرملا دیوی جلدی سے تصویر پر سے ہاتھ ہٹا کر آنسو پونچھنے لگیں — پھر وہ آواز کی طرف مڑیں۔

"ارے شامو!... تو ابھی تک یہیں کھڑا ہے؟"

"اور کہاں جاتا مالکن ...!"

شاموتے بھاری آواز میں کہا۔

"پوجا کے کمرہ میں جاتے وقت آپ ہی تو کہہ گئی تھیں کہ میں یہیں رک کر آپ کا انتظار کروں!"

"اف خود...!"

نرملا دیوی نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"دماغ خراب ہے میرا بھی... میں نے تجھے اس لئے روکا تھا کہ خط ڈالنے کو دیتی... رات ہی سیتا کو لکھا تھا..."

"کل ہی تو آیا تھا سیتا دیوی کا خط" شاموتے کہا۔

"ہاں... بے چاری جواب کے لئے بے چین ہوگی... میں نے رات ہی جواب لکھ دیا تھا"

"کیا لکھا آپ نے انھیں؟"

"اب جو سمجھ میں آیا لکھ دیا..."

نرملا دیوی ٹھنڈی سانس لے کر بولیں۔

"ویسے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا جواب لکھوں... بے چاری آٹھ برسوں سے آس لگائے بیٹھی ہے... موہن کے لئے کتنے ہی اچھے اچھے رشتوں کی بات آئی ہے لیکن وہ سب کو ٹھکراتی چلی گئی... کہتی ہے کہ موہن کی شادی ہوگی تو رادھا سے ہی ہوگی... ہر خط میں معلوم کراتی ہے کہ رادھا کب لوٹ رہی ہے بدیس سے؟... میں اُسے دم دلاسے ہی دیتی ہوں کہ بس کچھ دنوں میں آنے ہی والی ہے"

"تو آخر کب تک آپ انھیں دلاسے دیتی رہیں گی؟"

شامو نے کہا

"آپ صاف صاف کیوں نہیں لکھ دیتیں کہ مراری بابو کا کوئی ٹھیک نہیں۔ وہ رادھا کو لے کر لوٹیں بھی یا نہیں .... وہ موہن کے لئے کوئی دوسری لڑکی کیوں نہیں پسند کر لیتیں؟"

"ایک بار لکھ کر دیکھ چکی ہوں، ڈھکے چھپے الفاظ میں ... جانتا ہے نتیجہ کیا ہوا تھا؟ ... سیتا کو دل کا دورہ پڑ گیا اور موہن نے گھبرا کر مجھے خط لکھا ... کہ آئندہ میں ایسی کوئی بات نہ لکھوں، ورنہ ڈر ہے کہ سیتا کے ساتھ کوئی بڑا حادثہ ہو جائے گا ... بعد میں سیتا نے بھی ایک لمبا خط لکھ کر مجھ سے معلوم کرایا تھا کہ کہیں میرا یا مراری کا ارادہ موہن اور رادھا کی شادی کے سلسلے میں بدل تو نہیں گیا ہے؟ ... کیا بچپن کے یہ بندھن توڑ تو نہ دیئے جائیں گے ... شامو ... اس نے لکھا تھا، کہ میں تو برسوں سے اس گھر میں رادھا کو بہو کے روپ میں چلتے پھرتے دیکھتی آئی ہوں ..."

"اور آپ نے پھر انھیں دم دلاسے والی بات لکھ دی ہوگی"

"تو پھر کیا کرتی؟"

نرملا دیوی نے ایک گہری سانس لی۔

"ایک بات کہوں مالکن ... آپ ناراض تو نہ ہوں گی؟"

"اب تجھ سے بھی ناراض ہو جاؤں گی تو اس لمبے چوڑے گھر میں کس کے سہارے زندگی کے باقی دن کاٹ سکوں گی شامو؟"

"مالکن ... چھوٹا منہ اور بڑی بات تو ہوگی ... پر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ سیتا دیوی کو دم دلاسے دے کر کہیں غلطی نہ کر رہی ہوں ... آس اگر بندھ کر ٹوٹ جائے تو من کو بڑی چوٹ لگتی ہے مالکن ... سیتا دیوی کو میں بھی جانتا

ہوں اچھی طرح... گائے کی طرح سیدھا سادی اور گنگا جل جیسا اُجلا اور پاک دل رکھتی ہیں سینہ میں... شیشے کی طرح دُھلے چمکتے خیالات کی مالک ہیں... اور ایسا ہی اُن کا بیٹا موہن بھی ہے... بس یوں سمجھ لیجیے، کہ سیتا دیوی ہی کی پرچھائیں کو بھگوان نے موہن بنا دیا ہے۔"

"سچ ہے... شامو کیسے بھاگیہ والی لڑکی ہوگی جو موہن کی پتنی بنے گی ——"

"یہی تو میں کہتا ہوں مالکن... اتنے سیدھے اور سچے لوگوں کا دِل توڑنا بھی بھگوان کو ناخوش کرنے کے برابر ہے... اوّل تو مراری بابو کا ہی کوئی ٹھیک نہیں... سال میں آئیں دو سال میں آئیں... ہو سکتا ہے کہ وہ نہ بھی آئیں..."

"نہیں نہیں..."

نرملا دیوی گھبرا کر بولیں۔

"بھگوان کے لئے ایسا مت کہو شامو... میرا مراری آئے گا، اور ضرور آئے گا... یہ گھر بہت دن تک ایسا ہی سنسان اور اُجاڑ نہیں رہے گا... اس میں بہت جلد رونق آئے گی... مراری کی زوردار آواز اور رادھا کے قہقہے ضرور گونجیں گے... شامو... میری تو ہر سانس اسی آس سے بندھی رہتی ہے کہ شاید آج کی ڈاک سے مراری کا خط آ جائے کہ میں رادھا کو لے کر آ رہا ہوں..."

"بھگوان ایسا ہی کرے مالکن... میں تو دن رات یہ دعائیں کرتا ہوں کہ مراری بابو اور رادھا بیٹی جلد سے جلد لوٹ آئیں اور اس ویران گھر میں پہلے جیسی رونق آ جائے... تاکہ میں آپ کے چہرہ پہ ایک بار پھر وہی مسکراہٹ دیکھ سکوں جس میں زندگی ہو... پر میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ دیر سویر سے آنے کے بعد بھی اگر

موہن اور رادھا کی شادی نہ ہو سکی ۔۔۔ "

" ہیں ۔۔۔ ! "

نرملا دیوی چونک کر بولیں ۔

" یہ کیا کہتا ہے تو ۔۔۔ رادھا یہاں آجائے تو پھر موہن اور رادھا کی شادی میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے ۔۔۔ دونوں بچپن کے منگیتر ہیں ۔ "

" وہ تو صحیح ہے مالکن ۔۔۔ پر آدمی پھر آدمی ہے ۔ اس کے خیالات بدلنے میں کیا دیر لگتی ہے ؟ ۔۔۔ رادھا بیٹی مراری بابو کے ساتھ جس وقت ولایت گئی تھیں ، ان کی عمر مشکل سے گیارہ بارہ برس ہوگی ۔۔۔ اس بات کو آٹھ برس گذر چکے ہیں ۔۔۔ رادھا بیٹی نے ولایت میں ہی پڑھا لکھا بھی ہے ۔۔۔ اتنے عرصہ ولایت میں رہنے کے بعد ہو سکتا ہے مراری بابو موہن کو داماد بنانے سے جھجکیں ۔۔۔ ہو سکتا ہے خود رادھا بیٹی اسے پسند نہ کریں ۔۔۔ "

" یہ ناممکن ہے ۔۔۔ "

نرملا دیوی نے یقین کے ساتھ کہا ۔

" مراری میرا بھتیجا ہے ۔۔۔ اور بھتیجا بھی ایسا ، جسے میں نے بچپن سے ماں بن کر پالا پرورش کیا ہے ۔۔۔ مراری میری بات کبھی نہیں ٹال سکتا ۔۔۔ تجھے کیا معلوم نہیں کہ مراری کی شادی بھی میری ہی مرضی سے ہوئی تھی جبکہ مراری خود اتنا پڑھا لکھا اور سمجھدار تھا ۔۔۔ اور میں اپنی ضد سے اس کے لئے ایک ایسی بیوی لے آئی جو اپنا نام تک نہ لکھ سکتی تھی ۔۔۔ مگر مراری نے زبان سے اُف تک نہ کی تھی ، اور دیکھ لے اسی بہو کو اس نے اپنے سانچے میں ایسا ڈھالا تھا کہ پڑھی لکھی نہ ہو کر بھی وہ بہتیری پڑھی لکھی لڑکیوں سے زیادہ سمجھدار نکلی تھی ۔۔۔ اور خود مراری اپنی پتنی سے دیوانہ وار محبت کرنے لگا تھا ۔۔۔ کیا وہ مراری میری

بات کو ٹال سکتے ہے ؟"

" شاید نہ ٹالیں... مگر رادھا بیٹی... "

" رادھا بیٹی، کس کی بیٹی ہے؟... مراری کی بیٹی... وہ کبھی بھی اپنی دادی کا سر نیچا نہ ہونے دے گی۔ تو خواہ مخواہ اندیشوں کا شکار ہوتا ہے "

" بھگوان کرے۔ ایسا ہی ہو " شامو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

" اچھا... اب تو جا کر جلدی سے خط ڈال دے... اور ہاں... دیکھ تو... تو نے کب سے بہورانی کی تصویر پر سے گرد نہیں صاف کی "

" مالکن... روز تو صاف کرتا ہوں... "

" گرد تو روز ہی اُڑتی ہے... تو دونوں وقت صاف کر دیا کر۔" کہتے کہتے نرملا دیوی پھر تصویر کی طرف دیکھنے لگیں۔

شامو نے ان کی طرف دیکھا اور کہا۔

" مالکن... صاحب آپ اب تک یہاں کھڑی رہیں گی؟"

" ایں... !"

نرملا دیوی چونک پڑیں۔

" اوہ... ہاں... میں بھی کتنی پاگل ہوں "

" ہیں نہیں مالکن... اس تصویر کو دیکھ کر ہو جاتی ہیں " شامو بولا۔ " میرا کہا مانیں تو یہ تصویر پوجا کے کمرہ کے سامنے سے ہٹوا دیں "

" کیوں ... ؟ "

" اس لئے کہ آپ سویرے ہی پوجا کے کمرہ سے نکل کر بہورانی کی تصویر دیکھتی ہیں اور پھر تمام دن کھوئی کھوئی رہتی ہیں۔ میں نے کئی بار سنا ہے " آپ کبھی کبھی چپ بیٹھے بیٹھے ہی بہورانی کو پکار اٹھتی ہیں... جب تک آپ

تصویر سامنے سے نہیں ہٹائیں گی، آپ کا غم یوں ہی تازہ رہے گا..."

"یہ غم تو زندگی بھر تازہ رہے گا شامو..."

نرملا دیوی ٹھنڈی سانس لے کر بولیں۔

"میں کبھی نہیں بھول سکتی کہ بھورانی جاتے وقت مجھ سے لپٹ لپٹ کر کتنا روئی تھی۔ جب وہ یہاں سے جا رہی تھی تو میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اب میں اُسے کبھی نہ دیکھ سکوں گی... میں تو سمجھتی تھی کہ میرا ہی سفر بڑھاپے کی منزل میں ہے۔ پہلے پورا ہوگا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ بھورانی اس عمر میں مر جائے گی جس عمر میں اسے نہیں مرنا چاہیئے تھا... کم از کم رادھا کی مانگ سیندور سے بھری تو دیکھ پاتی..."

پھر نرملا دیوی نے پلٹ کر پوجا کے کمرہ کے پاس رکھی ہوئی چھڑی اُٹھائی۔ اور آہستہ آہستہ چھڑی ٹیکتی ہوئی وہ ایک طرف چلنے لگیں... ان کے چہرہ پر گہرا حزن دملال برس رہا تھا۔ اور آنکھوں میں ایک خاموش خاموش سی فکر تھی اور اس فکر کے پیچھے چمکتی ہوئی روشنی کی ایک کرن۔

شامو آہستہ آہستہ ان کے پیچھے چل رہا تھا... اور سناٹے اور خاموشی میں نرملا دیوی کی چھڑی کی آواز ہلکا ہلکا ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ نرملا دیوی چلتے چلتے کبھی ایک طرف کی دیوار کو دیکھ لیتیں، اور کبھی دوسری طرف کی دیوار کو......

ہال میں پہنچ کر انھوں نے ایک لمبی اور گہری سانس لی اور چاروں طرف ایک خاموش نگاہ ڈالی۔ پھر ایک لمبی کرسی پر آہستہ سے بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"دیکھ رہا ہے شامو تو ان در و دیوار کو..... کیا یہاں ایسا ہی سناٹا اور خاموشی رہتی تھی؟"

"مالکن ... !"

شامو نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔

"بھگوان نے چاہا تو یہاں پھر رونق ہو گی ... آپ بھگوان پر بھروسہ رکھیئے ... وہ ہمارے بابو کے دل میں ضرور واپسی کا خیال پیدا کرے گا۔"

"اسی بھروسہ پر تو زندگی کے دن کاٹ رہی ہوں شامو ... مگر اب صبر نہیں ہوتا ... کبھی کبھی تو دم اتنا گھٹنے لگتا ہے جیسے یہ خاموش در و دیوار آگے بڑھ کر مجھے بھینچ کر رکھ دیں گے۔"

شامو کچھ نہ بول سکا ... اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی ... کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر نرملا دیوی نے ہی سکوت توڑا۔

"دیکھ میرے کمرہ میں میز پر سیتا کے لیئے لکھا خط رکھا ہے ... تو جلدی سے خط ڈال دے جا کر۔ صبح کی ڈاک سے نکل گیا تو کل پرسوں تک اسے مل جائے گا!"

شامو آہستہ آہستہ چلتا ہوا نرملا دیوی کے کمرہ کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وہ کمرہ کے دروازہ پر ہی تھا، کہ اچانک کسی نے کال بیل بجائی ......

نرملا دیوی جو آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لے رہی تھیں، آہستہ سے آنکھیں کھول کر بولیں۔

"دیکھ تو شامو ... آج کون آ گیا؟"

شامو دروازہ کی طرف چلا گیا اور نرملا دیوی اس طرف دیکھتی رہیں جس سے شامو باہر گیا تھا۔ پھر نہ جانے کیا سوچ کر وہ آہستہ سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں ... اور ان کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی امید کی روشنی چمکنے لگی ..... پھر ایک ہلکا سا اضطراب بھی آنکھوں میں ابھر آیا۔

اچانک باہر سے ہی شامو کی تیز چیخ سنائی دی۔

" مالکن ... مالکن ... مراری بابو کا تار ہے "

" مراری کا تار ... ! "

نرملا دیوی ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئیں۔

" مراری کا تار ہے ... ارے ضرور اس نے آنے کو لکھا ہوگا ... ضرور اس نے آنے کو لکھا ہوگا ... "

پھر اچانک وہ زور سے چلّائیں۔

" ارے تو دیر کاہے کو کر رہا ہے ... جلدی سے تار لے کر آ "

" مالکن ... ! "

شامو کی ایک خوشی بھری چیخ سنائی دی ... اور پھر وہ اچھلتا کودتا ہوا تار ہاتھ میں لئے تیزی سے بھاگتا ہوا اندر آیا۔

" مالکن ... مراری بابو اور رادھا بیٹی آ رہے ہیں "

" آ رہے ہیں ... ؟ "

نرملا دیوی کانپتی ہوئی بولیں۔

" آ رہے ہیں ... میرے بچے آ رہے ہیں "

" ہاں مالکن ... دونوں آ رہے ہیں — کل صبح کے ہوائی جہاز سے آ رہے ہیں ... تار میں یہی لکھا ہے ... ابھی ابھی تار والے نے پڑھ کر سنایا ہے "

" ہے بھگوان ... "

نرملا دیوی خوشی سے کپکپاتی آواز میں بولیں۔

" میرے بچے آ رہے ہیں ... کہیں میں خوشی سے پاگل نہ ہو جاؤں ... کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں "

وہ کپکپا کر پیچھے ہٹیں اور دھم سے کرسی پر بیٹھ گئیں ... انھوں نے اپنا کلیجہ

مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

شامو گھبرا کر بولا۔

"مالکن...!"

"ارے مالکو مالکن کیا کر رہا ہے کھڑا ہوا۔"

نرملا دیوی سنبھل کر بولیں۔

"میرے بچے آرہے ہیں... آٹھ برس بعد میرے بچے آرہے ہیں... اس گھر کی رونق لوٹ کر آرہی ہے... ارے اس گھر کو سجا دے... چپے چپے پر پھول بکھیر دے... ایک ایک گوشہ میں روشنیاں بکھیر دے... ارے میرے بچے آرہے ہیں... پورے آٹھ برس بعد میرے بچے واپس آرہے ہیں"

"ہاں ہاں مالکن... سب کچھ ہوگا... یہ گھر سجایا جائے گا اس کے ایک ایک چپہ پر پھول بکھریں گے... روشنیاں جگمگائیں گی، ہر طرف بہار ہی بہار ہوگی... مالکن... سب کچھ ہوگا۔"

"میرے بچے آرہے ہیں"

نرملا دیوی سینہ مسلتی ہوئی کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک کر بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

"میرے بچے واپس آرہے ہیں... ہے بھگوان... میرے بچے واپس آرہے ہیں..."

اور کہتے کہتے نرملا دیوی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اور یک بیک شامو کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بھی ڈوب گئی۔ وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"مالکن... یہ رونے کا وقت نہیں ہے... مالکن... یہ تو خوشی کا وقت ہے..."

"ہیں... میں رو کب رہی ہوں شامو... یہ تو خوشی کے آنسو ہیں
... یہ تو خوشی کے آنسو ہیں..."

اور کہتے کہتے نرملا دیوی پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں... شامو چپ چاپ کھڑا ہوا انھیں دیکھتا رہا اور نرملا دیوی روتی رہیں... آہستہ آہستہ ان کی سسکیاں کم ہوئیں... پھر وہ آہستہ سے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی بولیں۔

"میرے بچے آٹھ برس بعد واپس آ رہے ہیں... میرے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی... مگر... میری بہو رانی... شامو... میری بہو رانی نہیں ہوگی ان کے ساتھ... میری بہو رانی نہیں ہوگی..."

کہتے کہتے نرملا دیوی کی آواز پھر بھرا گئی۔

"مالکن...!"

شامو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ تو بھگوان کی مرضی تھی... اور بھگوان کی مرضی میں کوئی دخل نہیں دے سکتا..."

"مراری بابو... اور رادھا بیٹی لوٹ کر آ رہے ہیں... اس سے بڑی خوشی اس گھر کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے مالکن... بہو رانی کا غم بھول کر آپ کو تو اس خوشی میں ڈوب جانا چاہیئے... خود مراری بابو اور رادھا بیٹی کو بہو رانی کی موت کا کتنا صدمہ ہوگا... جانے کیسے ان دونوں نے یہ غم بھلایا ہوگا... مالکن... اب آپ اگر ان کے سامنے بہو رانی کا غم نہیں چھپائیں گی تو ان کا غم اور تازہ ہو جائے گا۔"

"تو ٹھیک کہتا ہے شامو... مجھے بھول جانا چاہیئے۔"

نرملا دیوی آنسو پونچھ کر بولیں۔

"مجھے بھول جانا چاہیئے اس غم کو۔۔۔۔ تاکہ میرے بچوں کا غم دوبارہ نہ جاگ اُٹھے۔۔۔۔"

پھر انھوں نے اپنے چہرہ پر مسکراہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ، اور شامو کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"دیکھ تو ذرا۔۔۔ اب تو میں غمگین نہیں نظر آتی ۔۔۔؟"

"نہیں مالکن۔۔۔ اب تو خوشی آپ کی آنکھوں سے پھوٹی پڑ رہی ہے۔۔۔ ایک سچی خوشی۔۔۔ من اور آتما کی خوشی پھوٹی پڑ رہی ہے آپ کی آنکھوں سے۔۔۔"

اور نرملا دیوی مسکرانے کی کوشش کرتی رہیں اور آنکھیں بار بار بھر کر آتی رہیں۔۔۔ اور شامو اُن کے ساتھ مسکرانے کی کوشش کرتا رہا۔۔۔ پھر دفعتاً وہ چونک کر بولا۔

"ہاں مالکن۔۔۔ اب سیتا دیوی کو وہ خط تو نہیں جائے گا نا؟"

"اسے اب وہ خط کیوں جائے گا؟۔۔۔ اب تو اسے خوشخبری جائیگی اس کی بہو جو واپس آ رہی ہے۔۔۔ لا جلدی سے پیڈ اٹھا کر لا۔ میں اُسے دوسرا خط لکھ دوں؟"

اور شامو دوڑتا ہوا اُن کے کمرہ کی طرف چلا گیا۔

۲
دو

"مُنہ پھیل گیا ہے تم لوگوں کا۔" سیتا دیوی بگڑ کر بولیں۔ "مہینہ پُورا

نہیں ہوا کہ تنخواہ سے بھی زیادہ پیسے لے گئے۔ میں دیتے دیتے تھک گئی ہوں، مگر تم لوگ لیتے لیتے نہیں تھکتے..."

"ماں جی..."

نوکر نے ہاتھ جوڑ کر کہا

"بھگوان کرے آپ دیتے دیتے نہ تھکیں اور ہم لیتے لیتے تھک جائیں... بھگوان آپ کو اتنا دے... میں کیا کروں ماں جی... اگر میرے بچہ کی طبیعت خراب نہ ہوتی، تو کبھی نہ مانگتا..."

"بچہ کی طبیعت خراب ہے!"

سیتا دیوی کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر آنکھیں پھاڑ کر بولیں۔

"ارے کم بخت تو پیٹر پیٹر باتیں بنا رہا ہے اتنی دیر سے... بتاتا کیوں نہیں، کیا طبیعت خراب ہے بچّہ کی...؟"

"سردی لگ گئی ہے اُسے پرسوں سے"

"سردی لگ گئی ہے۔ ہائے رام... اور وہ بھی پرسوں سے... اور تو کلموا مجھے آج بتا رہا ہے... ارے بچہ پھر کیا ہے تم لوگوں کا... کسی ڈاکٹر کو بھی دکھایا کہ نہیں؟... ارے کم بخت کچھ ہو گیا، بھگوان نہ کرے، تو سر پکڑ کر روئے گا... سردی نہ لگے گی تو کیا ہوگا... اُس روز بہو آئی تھی تو میں نے دیکھا تھا... بدن پہ ایک پھٹا سویٹر تک نہ تھا... جلنے کیسا دل ہے تم لوگوں کا..."

انھوں نے جلدی جلدی پلّو میں بندھی چابی لگا کر تجوری کھولی اور اس میں سے کچھ روپے نکال کر نوکر کو دیتی ہوئی بولیں۔

"لے... ابھی لے کر جا... سب کام چھوڑ کر چلا جا... سب سے پہلے

کسی اچھے سے ڈاکٹر کو گھر بلا کر بچّہ کو دکھا دے ... اور پیسوں کی ضرورت ہو تو اور لے جانا ... اور دیکھ ... "

انھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور جلدی سے اپنی شال اُٹھا کر نوکر کو دیتی ہوئی بولیں۔

" یہ بہو کو دے دیجو ... اور دیکھ ... پُرانے لحافوں میں سردی نہیں جاتی ... بہو کے لئے آج ہی نیا لحاف خرید کر نئی روئی بھروا دینا ... پیسے مجھ سے اور لے جا ... اور دیکھ ... لحاف مجھے دکھا کر جانا ... تب مجھے یقین آئے گا کہ تونے آج ہی لحاف بنوا دیا ہے ... ارے جا نہ اب ... کھڑا کھڑا میرا منہ کیا دیکھ رہا ہے ... "

" جاتا ہوں ماں جی، جاتا ہوں "

نوکر بھرائی ہوئی آواز میں بولا ——

" آپ دیوی ہیں ماں جی ... دیوی ہیں "

" ارے اب جاتا ہے یا بک بک کئے جائے گا ... بھگوان نہ کرے بچّہ کے ساتھ کچھ اونچ نیچ ہو گئی، تو تیری خیر نہیں ہے۔ بس یہ سمجھ لے "

اور نوکر جلدی سے آنسو پونچھتا ہوا چلا گیا۔

" بچّہ کی طبیعت خراب ہے "

سیتا دیوی آپ ہی آپ بڑبڑائیں۔

" اتنا ننھا سا بچّہ ہے ... کیسا پیارا پیارا ہے ... جان ہی کتنی ہے اس میں ... یہ کم بخت ذرا بھی خیال نہیں رکھتے بچّوں کا ... "

سیتا دیوی بڑبڑاتی ہوئی کمرہ سے نکلیں ... سر پہ ساڑھی کا آنچل سنبھالتی ہوئی زور سے بولیں۔

"اری سکھیا.... او ری سکھیا... ارے کہاں مرگئی کم بخت..."

"آئی ماں جی" سکھیا کی آواز سنائی دی۔

"ارے میرا گلا سوکھ گیا حلق پھاڑتے پھاڑتے.... تیرے کانوں پہ جوں تک نہیں رینگتی..."

اچانک اس کمرہ سے کسی برتن کے گر کر ٹوٹنے کی آواز آئی جس میں سے سکھیا کی آواز آئی تھی.... اور سیتا دیوی چونک پڑیں۔ پھر جھٹ پٹ پلنگ سے اٹھ کر ساڑھی سنبھالتی ہوئی غصّہ سے اس کمرہ کی طرف بڑھتی ہوئی چیخیں۔

"ارے کیا توڑ ڈالا کم بختیا.... ہاتھوں میں چھید ہو گئے ہیں... گھر برباد کر کے چھوڑے گی...."

وہ بڑبڑاتی ہوئی تیز تیز کمرہ میں گھسیں تو سامنے ہی ایک گلدان ٹوٹا پڑا تھا اور سکھیا زمین پر بیٹھی تھی۔

سیتا دیوی کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"ہائے رام... یہ گلدان توڑ ڈالا تو نے... اری کم بخت۔ یہ تو نے کیا غضب کیا؟... ارے موہن دیکھے گا تو سر پیٹ لے گا اپنا۔ کتنے چاؤ سے رکھا تھا اس گلدان کو... جانتی ہے یہ گلدان اسے کہاں سے ملا تھا؟... ایک وڈیرے نے انعام میں دیا تھا اپنی طرف سے... فارم کا اناج دیکھ کر..."

اچانک ان کی نظر سکھیا کے پیر پہ پڑی۔ سکھیا اپنا پیر ہاتھ سے دبائے بیٹھی تھی۔ اس میں سے خون بہہ رہا تھا۔ سیتا دیوی کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر بولیں۔

"ہائے رام... یہ کیا ہو گیا....؟"

"ششش شیشہ چبھ گیا" سکھیا تکلیف سے ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"شیشہ چبھ گیا..."

سیتا دیوی جلدی سے بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"اری کم بخت... تو تو میری جان لے کر چھوڑے گی... اندھی ہو گئی تھی تو... ذرا دیکھ تو کیسا جیتا جیتا خون بہہ رہا ہے... اسے ایک مہینہ کھائے گی تب بھی اتنا خون نہیں پیدا ہو گا... خدا سمجھے تجھے..."

انھوں نے جلدی سے سکھیا کا پیر ٹٹولا۔

سکھیا گھبرا کر اپنا پیر پیچھے کھینچنے لگی۔

"اری کیا کرتی ہے جہنم جلی؟"

انھوں نے زبردستی سکھیا کا پیر پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس میں جہاں زخم تھا وہاں ایک شیشہ کی کرچ گڑی ہوئی نظر آئی۔

"ہائے رام... یہ تو شیشہ ٹوٹ گیا ہے اندر..."

انھوں نے جلدی جلدی شیشہ کھینچنے کی کوشش کی۔ مگر چھوٹی سی کرچ تھی چٹکی کی پکڑ میں آتے آتے چھوٹ کر پھسل جاتی... سیتا دیوی کے چہرہ پر پریشانی اور اضطراب ابلا پڑ رہا تھا... انھوں نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہائے رام... کیا کروں میں؟"

پھر کچھ سوچ کر انھوں نے کہا —

"ٹھہر جا... یوں نہیں نکلے گا...."

پھر وہ جلدی سے زمین پر جھکیں اور سکھیا کے روکتے روکتے انھوں نے سکھیا کے پیر سے منہ لگا دیا اور کرچ پر دانتوں کی پکڑ کس کر انھوں نے زور لگا کر کرچ کھینچ لی۔ اور کرچ نکلتے ہی سکھیا نے ایک سسکی سی لی.... سیتا دیوی کرچ تھوک کر

جلدی جلدی سکھیا کے پیر سے بہتا ہوا خون روکنے کی کوشش کرنے لگیں۔
" ناک میں دم کر دیا ہے تم لوگوں نے ... جانے کب سلیقہ آئے گا تمہیں کام کرنے کا ... "

پھر وہ گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ پھر جلدی سے اپنی ساڑھی کا آنچل کھینچا اور اس میں سے ایک پٹی اُتار کر تیزی سے باہر گئیں۔ پٹی بھگو کر لائیں اور اُسے سکھیا کے پیر پر باندھتی ہوئی بولیں۔

" لے۔ اب بیٹھ رانی بن کے ... خبردار جو تونے شام تک چارپائی سے پاؤں بھی اتارا ... کم بختو! ... مجھے تکلیف پہنچا کر تمہیں خوشی ہوتی ہے ... بھگوان جانے کتنے دن میں بنے گا اتنا خون ... اب اُٹھے گی بھی، کہ یہیں بیٹھی رہے گی ... "

انھوں نے سہارا دے کر سکھیا کو اٹھایا اور دوسرے کمرہ میں لاکر بستر پہ بٹھانے لگیں ... سکھیا گھبرا کر بولی۔

" نہیں ماں جی ... میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔"

" ارے تو کیا میرے سر پہ بیٹھے گی۔"

" پر ... مم ... ماں جی ... یہ تو چھچھ چھوٹے مالک کا بستر ہے۔"

" ارے تو چھوٹا مالک کوئی آسمان سے اُترا ہے اور تو نالی میں پیدا ہوئی ہے ... چل بیٹھ ... "

انھوں نے زبردستی سکھیا کو بٹھا دیا اور بولیں۔

" بیٹھی رہ یہیں پر ... اگر پاؤں بھی اُتارا تو ٹانگیں توڑ دوں گی!!"

" پر ... ماں جی ... رسوئی کون بنائے گا ... "

" نہیں ماں جی ... میں بنالوں گی بیٹھے بیٹھے ... "

"اچھا، چپ بیٹھی رہ... بک بک کئے جائے گی تو زبان کھینچ لوں گی۔"
اور سکھیا بے بسی سے سیتا دیوی کی طرف دیکھتی رہ گئی... سیتا دیوی
جا رہی تھیں۔ اچانک باہر سے ایک بوڑھی مردانہ آواز سنائی دی۔
"ماں جی... اے ماں جی...."
"مر گئیں ماں جی" سیتا دیوی گردن جھٹک کر بولیں "ایک پل چین
ہے ماں جی کے دل کو تو..."
"اے ماں جی..." آواز پھر آئی۔ "یہ دیکھیئے... کس کا خط آیا ہے؟"
"خط آیا ہے؟" ماں جی اچھل پڑیں "ضرور نرملا بہن کا خط ہوگا....
اے آ رہی ہوں منیم جی... میں آ رہی ہوں..."
پھر وہ گھبرائی ہوئی ساڑھی کا آنچل درست کرتی ہوئی تیز تیز کمرہ سے
نکلیں اور منیم جی کے کمرہ میں گھستی ہوئی بولیں۔
"کہاں ہے خط؟... کس کا خط ہے؟... ضرور نرملا بہن کا خط ہوگا"
"ہاں ماں جی" منیم جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا "نرملا دیوی کا خط ہے"
"اے تو پڑھو جلدی سے کیا لکھا ہے۔ میری صورت کیا تک رہے ہو؟"
اور منیم نے جلدی سے لفافہ سے پرچہ نکالا اور پرچہ کی تہہ کھول کر
پڑھنے لگا۔

"پیاری سیتا بہن... تمہارا خط ملا... رات ہی میں نے جواب لکھ کر
رکھ لیا تھا اور آج صبح تمہیں بھیجنے والی تھی کہ ولایت سے مراری کا تار آ گیا"
"تار آ گیا...!" سیتا دیوی اچھل پڑیں "ہاں ہاں آگے پڑھو... کیا
لکھا تھا تار میں؟"
"آگے لکھتی ہیں" منیم بولا "مراری کا تار آ گیا... مراری اور رادھا کل

شام کے ہوائی جہاز سے ولایت سے آرہے ہیں ۔۔۔"

"آرہے ہیں ۔۔۔۔!"

سیتا دیوی خوشی سے اچھل پڑیں ۔

"مراری اور رادھا واپس آرہے ہیں ۔۔۔ میری بہو رانی واپس آرہی ہے ۔۔۔۔"

"اور آگے لکھا ہے ۔۔۔۔"

"ارے ہوگا آگے کچھ ۔" سیتا دیوی خط منیم کے ہاتھ سے جھپٹتی ہوئی بولیں ۔" اب اور کیا سننا ہے ۔۔۔ ارے میری بہو رانی ولایت سے آرہی ہے ۔" پھر وہ زور سے چیخیں ۔" ارے سُنا تم نے ۔۔۔۔ سکھیا ۔۔۔ بدھوا ۔۔۔ میری بہو رانی ولایت سے آرہی ہے ۔۔۔"

پھر وہ خط لے کر چیختی ہوئی موہن کے کمرہ کی طرف بھاگیں ۔

"ارے موہن ۔۔۔ بیٹا ۔۔۔ بہو رانی آرہی ہے ۔۔۔"

"ماں جی ۔۔۔" منیم جلدی سے بولا ۔" چھوٹے مالک تو فارم چلے گئے ۔"

"ارے ہاں ۔۔۔ موہن تو فارم گیا ہوگا ۔" سیتا دیوی ٹھٹھک کر رک گئیں ۔

"ارے منیم جی ۔۔۔ تم بیٹھے بیٹھے صورت کیا تک رہے ہو ۔۔۔ جاؤ جلدی سے موہن کو خوشخبری سُنا دو ۔۔۔ ارے جلدی جاؤنا ۔۔۔"

"اچھا ماں جی ۔۔۔" منیم چوکی سے اٹھتے ہوئے بولا ۔" بس ابھی جاتا ہوں ۔"

"ارے سُنو ۔۔۔" سیتا دیوی جلدی سے بولیں ۔" تم اُسے کچھ مت بتانا ۔ بس اس سے کہہ دینا ، ماں جی نے فوراً بلایا ہے ۔۔۔ اتنی بڑی خوشخبری ہے ۔ اپنے موہن کو میں خود سُناؤں گی ۔"

"اچھا ماں جی ۔۔۔!"

نیم تیز تیز چلتا ہوا کمرہ سے نکل گیا۔

سیتا دیوی کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی ساڑھی کا آنچل سنبھالتی ہوئی کمرہ سے نکلیں اور لپکتی ہوئی اس کمرہ میں گئیں جس میں سکھیا بیٹھی تھی اور جلدی جلدی بولیں۔

"اے سُنا تُو نے سُکھیا... بہو رانی آ رہی ہے۔"

"بہو رانی..." سکھیا چونک پڑی "پر ماں جی... چھوٹے مالک کی تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔"

"اری نہیں ہوئی تو کیا ہوا... اب ہو جائے گی۔"

"جی..." سکھیا حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی "تو شادی سے پہلے ہی بہو رانی آ جائیں گی؟"

"اے میری عقل بھی گم ہو گئی ہے... بھلا تجھے کیا معلوم... بہو رانی ولایت گئی ہوئی تھی ولایت... آٹھ برس سے... اسی لئے تو موہن کی شادی رکی ہوئی تھی۔ اب وہ ولایت سے لوٹ کر آ رہی ہے... اب میرے موہن کی شادی ہو گی اور بہو رانی یہاں آ جائیں گی... ولایت میں پڑھا ہے میری بہو رانی نے...... چھوٹی سی تھی، تب ہی باپ کے ساتھ چلی گئی تھی۔"

"تو بچپن میں ہی چھوٹے مالک کی سگائی ہو گئی تھی؟"

"ہاں... بچپن میں ہی سگائی ہو گئی تھی... اے دونوں ساتھ ساتھ کھیلتے تھے... موہن اور رادھا... ایک دوسرے سے اتنا پریم تھا... اتنا پریم تھا کہ اگر کبھی رادھا کے سر میں درد بھی ہو جاتا تو موہن کھانا چھوڑ دیتا۔ رات رات بھر جاگ کر گذارتا... دونوں کا پیار دیکھ کر ہی تو نرملا بہن جی نے اور میں نے طے کیا تھا کہ موہن اور رادھا کی شادی پکی کر دیں... اس طرح دونوں گھرانوں کے

سمبندھ بھی عمر بھر کے لئے ایسے مضبوط ہو جائیں گے جو توڑے سے نہ ٹوٹ سکیں گے۔۔۔"

ستیا دیوی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر بولیں۔

"کسی زمانہ میں نرملا بہن جی ہمارے پڑوس میں ہی رہتی تھیں، اور دونوں گھرانوں کے سمبندھ ایسے تھے کہ دیکھنے والے سمجھتے تھے نرملا بہن جی تو سچ مچ میری بڑی بہن ہیں۔۔۔ نرملا بہن جی بھی مجھے اپنی ماں جائی بہن سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ پھر موہن تو رادھا کے لئے جان دیتا ہے۔۔۔ رادھا جب اپنے پتا کے ساتھ ولایت گئی تھی، تو کئی روز موہن نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا۔۔۔ اور ابھی کچھ دنوں پہلے نرملا بہن جی نے کہیں یہ لکھ دیا تھا کہ رادھا کے پتا کا کوئی بھروسہ نہیں کب ولایت سے لوٹیں۔ اگر تم چاہو تو موہن کے لئے کوئی اور لڑکی ڈھونڈ لو۔۔۔ جانتی ہے اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ مجھے تو خیر صدمہ سے دل کا دورہ پڑ گیا۔۔۔ میں یہ سمجھی کہ بھگوان نہ کرے ولایت سے رادھا کے پتا نے کچھ لکھ دیا ہے۔ شاید ان کا ارادہ بدل گیا ہو۔۔۔ دوسری طرف موہن نے روتے روتے خود کو نڈھال کر لیا۔۔۔ نیم جی نے ہماری حالت نرملا بہن جی کو لکھ بھیجی۔۔۔ اور نرملا بہن جی گاڑی کا وقت نہ ہونے پر کار میں ہی گھر سے نکل پڑیں۔ یہاں آ کر انھوں نے مجھے دلاسہ دیا۔۔۔ اور موہن کو یقین دلایا کہ وہ تو انھوں نے صرف اس لئے لکھ دیا تھا، کہ آخر ہم لوگ کب تک رادھا کا انتظار کریں گے۔۔۔ اور موہن نے جانتی ہے کیا کہا تھا؟۔۔۔ موہن نے کہا تھا "دادی جی۔۔۔ میں ساری عمر رادھا کا انتظار کر سکتا ہوں"۔ اور نرملا بہن جی دھک سے رہ گئیں۔۔۔ موہن کے جاتے ہی انھوں نے مجھ سے کہا، کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگوں کے دلوں میں رادھا کے لئے اب تک اتنا پیار ہے۔۔۔ میں اپنی رادھا کو انتہائی خوش نصیب سمجھتی

ہوں جو اُسے ایسی سسرال ملنے والی ہے ... "
سیتا دیوی نے پھر ایک لمبی سانس لی اور پھر ایک دم چونک کر خوشی سے بھرپور لہجہ میں بولیں۔
" ارے میرا موہن سُنے گا تو خوشی سے پاگل ہو جائے گا ... پاگل ... "
اور پھر وہ بے اختیار اُمنڈ اُمنڈ کر آنے والے آنسوؤں کو پونچھنے لگیں۔

نرملا دیوی تیز تیز اپنے کمرہ سے نکلتی ہوئی چیخیں۔
" ارے شامو ... او ... شامو ... "
" آیا مالکن ... " شامو نے چیخ کر جواب دیا۔
پھر وہ بھاگتا ہوا نرملا دیوی کے سامنے آگیا۔ اس کے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی اور ہاتھوں میں لال ہرے پیلے غباروں کا غول تھا۔ نرملا دیوی نے کہا۔
" ارے تو ابھی تک غبارے ہی لئے پھر رہا ہے ؟ "
" بس مالکن ... ایک جگہ اور رہ گئی ہے غبارے لٹکانے کو ... ورنہ پورا گھر دُلہن بن گیا ہے ... دیکھ لیجئے۔ "
اور نرملا دیوی نے ہال میں کھڑے ہو کر اپنی عینک دُرست کی اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی ... چاروں طرف رنگ برنگے لہریئے جھل مل کر رہے تھے۔ مختلف رنگوں کے قمقمے جگمگا رہے تھے ... رنگ برنگے غبارے ہوا سے اُڑ رہے تھے۔ نرملا دیوی نے ایک پرسکون اور گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
" ہے بھگوان۔ میرے من میں قوت دے اتنی بڑی خوشی برداشت کرنے کی ..... "

"مالکن ... جو خوشی دیتی ہے وہ قوت بھی دیتا ہے !"

"ارے دیکھ تو ذرا ... ساڑھے پانچ بج چکے ہیں۔ ہوائی جہاز آنے میں آدھ گھنٹہ رہ گیا ہے ... ڈرائیور سے کہہ کر جلدی سے گاڑی نکلوا لے ؟"

"بس ابھی نکلواتا ہوں مالکن ..."

شامو پلٹتے پلٹتے چونک کر رک گیا اور نرملا دیوی کا خالی ہاتھ دیکھ کر بولا۔

"مالکن ... آپ کی چھڑی کہاں ہے ؟"

"چھڑی ... !"

نرملا دیوی چونک پڑیں۔

"اف فوہ ... دیکھ تو ... میں کتنی خوش ہوں آج ... چھڑی کا دھیان ہی نہیں آیا مجھے ... اور پھر یہ بھی تو دیکھ، کہ چھڑی کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہو رہی ہے ... مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنی عمر سے دس بارہ برس چھوٹی ہو گئی ہوں ...."

"مالکن ... سچی خوشی ہی تو ہے جو آدمی کی عمر بڑھاتی ہے اور بڑھاپے کو دور بھگاتی ہے ... ٹھہریئے۔ میں لاتا ہوں آپ کی چھڑی ..."

"نہیں، رہنے دے۔ آج سے میں چھڑی کا سہارا نہیں لوں گی ... ضرورت ہی کیا ہے چھڑی کی ؟ ... اب تو میرا امرا ہی آ رہا ہے، رادھا بیٹی آ رہی ہے ... میرے لئے وہی سہارے کیا کم ہیں جو چھڑی کا سہارا اب بھی لوں ..."

اور پھر وہ بغیر چھڑی کے ہی تن کر صدر دروازہ کی طرف چلتی ہوئی بولیں۔

"جا ـــ تو جلدی سے ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی نکلوا ـــ"

اور شامو تیز تیز چلتا ہوا صدر دروازہ سے باہر نکل گیا۔

ہوائی اڈہ پر نرملا دیوی باؤنڈری کی ریلنگ کے پاس کھڑی ہوئی بے چینی سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ بار بار وہ پہلو بدل کر عینک درست کرتیں اور پھر دور تک دیکھنے لگتیں... شامو بھی ان کے برابر کھڑا ہوا تھا۔ اور بھی بہت سارے لوگ وہاں موجود تھے جو اپنے اعزہ یا شناساؤں اور دوستوں کے استقبال اور انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے کھڑے تھے۔

کچھ دیر بعد بی او اے سی کا دیو ہیکل طیارہ فضا میں منڈلاتا نظر آیا... اور شامو خوشی سے اچھل پڑا۔

"وہ آگیا مالکن ہوائی جہاز —"

اور نرملا دیوی بھی خوشی سے پہلو بدلنے لگیں۔

ایروڈروم کے مائیک پر جہاز کے نظر آنے کا اعلان ہو رہا تھا۔ اور ریلنگ سے لگے کھڑے لوگوں میں خوشی بھرے اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

طیارہ چکر کھاتا رہا... پھر کچھ دیر بعد رن وے کی زمین پر اس کے پہیے ٹک گئے... قریباً پانچ منٹ بعد طیارہ رک گیا اور اس کی کھڑکی سے متحرک سیڑھیاں لگا دی گئیں اور مسافر اترنا شروع ہو گئے... نرملا دیوی اور شامو بے چینی سے اچک اچک کر اترنے والوں کی بھیڑ میں مراری اور رادھا کو تلاش کرتے رہے۔

پھر تھوڑی دیر بعد اچانک شامو زور سے چلا آیا۔

"وہ آگئے چھوٹے مالک..."

"کہاں ہے... کہاں ہے مراری... کہاں ہے...؟" نرملا دیوی جلدی جلدی پہلو بدلنے لگیں۔

"وہ رہے..."

شامو ایک طرف انگلی اٹھاکر چیخا۔

"وہ جو کالے کپڑے پہنے ہیں اور کالا ہیٹ لگائے ہوئے ہیں!"

لیکن نرملا دیوی کی نگاہیں مراری تک نہ پہنچ سکیں... شامو انھیں دکھلانے کی کوشش کرتا رہا اور رفتہ رفتہ مراری بابو قریب آتے گئے.... پھر مراری بابو نے بھی بھیڑ میں نرملا دیوی اور شامو کو دیکھ لیا اور جلدی جلدی ہاتھ ہلاتے ہوئے اُن کی طرف بڑھنے لگے۔ اب نرملا دیوی بھی انھیں دیکھ چکی تھیں اور خوشی سے ان کا کلیجہ پھٹا پڑ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد مراری بابو اُن لوگوں کے بالکل قریب تھے اور نرملا دیوی کپکپاتے ہونٹوں سے بڑبڑائیں۔

"مراری... میرے لال..."

"ماں جی.... " مراری بابو بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

اور پھر آہستہ سے جھک کر انھوں نے ماں جی کے پاؤں چھوئے۔ دوسرے ہی لمحہ نرملا دیوی نے انھیں گلے سے لگا لیا۔ مارے خوشی کے ان کا سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا اور آنکھوں میں آنسو بے اختیار اُمڈ اُمڈ کر آرہے تھے۔

"میرے لال... میرے کلیجہ کے ٹکڑے..."

"ماں جی..."

شامو قریب ہی کھڑا ہوا اپنے آنسو پونچھ رہا تھا۔ دفعتاً وہ چونک کر بولا۔

"ارے چھوٹے مالک... رادھا بیٹی کہاں ہے؟"

"ارے ہاں.... " نرملا دیوی چونک کر الگ ہٹتی ہوئی بولیں۔ "رادھا کہاں ہے؟"

مراری بابو نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

"میرے ساتھ ساتھ ہی تو آ رہی تھی"

پھر وہ ایک طرف دیکھ کر انگلی اٹھا کر بولے۔

"اوہ... وہ رہی... دراصل سفر میں اس کے کئی دوست بن گئے تھے۔ بڑی سوشل قسم کی لڑکی ہے... اُن دوستوں کو الوداع کہہ رہی ہوگی۔"

نرملا دیوی اور شامو نے جلدی سے اس طرف نگاہیں اٹھائیں، جدھر مراری بابو نے اشارہ کیا تھا... اور اُن کی نگاہیں اس لڑکی پر جم گئیں جو چار پانچ آدمیوں کے درمیان کھڑی ہوئی اُن سے ہنس ہنس کر گفتگو کر رہی تھی... گہرے سرخ سلیک اور گہرے سرخ پل اوور میں ملبوس تھی... پیروں میں سبک سے سینڈل پہنے تھی اور بال ترشے ہوئے پٹھوں کی شکل میں کندھوں پر پڑے تھے۔

"لیکن..." نرملا دیوی نے غور سے اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اُن میں رادھا تو نظر نہیں آ رہی..."

"ارے آپ کو رادھا نہیں نظر آ رہی ماں جی؟" مراری بابو مسکرا کر بولے "وہ کیا کھڑی ہے سرخ کپڑے پہنے...."

"سرخ کپڑے پہنے...؟"

نرملا دیوی اور شامو ساتھ ساتھ چونکے۔

"ہاں ماں جی... سرخ کپڑے اور سرخ سینڈل والی ہی تو ہے اپنی رادھا..."

"ہیں...!" نرملا دیوی آنکھیں پھاڑ کر بولیں۔ "وہ رادھا ہے؟... میں تو اسے کوئی بدیسی چھوکری سمجھی تھی۔"

پھر وہ جلدی سے عینک اُتار کر اس کے شیشے صاف کر کے دوبارہ عینک آنکھوں پر لگا کر رادھا کو دیکھنے لگیں... شامو کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیلی ہوئی

نہیں... مراری بابو ایک سوٹڈ بوٹڈ نوجوان کی طرف متوجہ ہوگئے جو ان کے پیچھے ہی بڑے مؤدب انداز میں کھڑا تھا۔

"سکریٹری..." انھوں نے نوجوان سے کہا "تم سامان حاصل کرو۔"

"او۔ کے۔ سر" سکریٹری نے مؤدب لہجہ میں کہا۔

پھر وہ بڑی پھرتی سے فوجی انداز میں اباؤٹ ٹرن ہوا۔ اور مراری بابو نے چونک کر اس کے ہیٹ کی طرف دیکھا اور غصہ سے بولے۔

"سکریٹری..."

سکریٹری چونک کر الٹا ہوگیا اور پھر اباؤٹ ٹرن ہوکر مؤدبانہ انداز میں مراری بابو کے سامنے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"یس سر..."

"یہ کیا حماقت ہے" مراری بابو اس کے ہیٹ کی طرف اشارہ کر کے غصیلے لہجہ میں بولے۔

"او۔ نو۔ سر... اٹ از ناٹ حماقت۔ اٹ از ہیٹ... سر، ہیٹ..."

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں... مگر یہ تم نے الٹا ہیٹ کیوں لگا رکھا ہے...؟"

"او۔ نو۔ سر... اٹ از ناٹ الٹا... اٹ از فیشن... فیشن... ہر انگلینڈ ریٹرن نوجوان کا فرض ہے کہ وہ اپنے انڈین بھائیوں کے لئے نئے نئے فیشن امپورٹ کرے..."

"دماغ خراب ہوا ہے تمہارا... یہ الٹا ہیٹ بھی فیشن میں شامل ہے؟"

"ہر نا رملٹی فیشن میں شامل ہے سر... یہ تو ہیٹ ہے... اگر آپ ایک ہفتہ تک سڑک پر الٹے چلنے کی پریکٹس کرلیں، تو کل سے الٹا چلنا

بھی نیشن میں شامل ہو جائے گا۔"

"تم گدھے ہو۔" مراری بابو جھنجھلا کر بولے۔

"او... تو سر... آپ نے ملازم رکھتے وقت یہ ایگری منٹ نہیں کیا تھا کہ آپ میرے ذاتی مشاغل میں دخل اندازی کا حق محفوظ رکھیں گے۔"

"او۔ یو ڈونٹ چیئر —" مراری بابو غصّہ سے بولے "گو۔ اینڈ سی یور بزنس..."

"او۔ کے۔ سر —"

سکریٹری اباؤٹ ٹرن ہوا اور لفٹ رائٹ کرتا ہوا چلا گیا۔

مراری بابو نرملا دیوی کی طرف مڑے جو ابھی تک غور سے اور حیرت سے رادھا کو دیکھ رہی تھیں۔ عین اسی وقت رادھا نے اُن دوستوں سے مصافحہ کیا جن کو وہ الوداع کہہ رہی تھی اور نرملا دیوی نے گھبرا کر دونوں ہاتھ سینہ پر رکھ لیئے....

"ہائے رام..." وہ حیرت سے بڑبڑائیں "یہ کیا کر رہی ہے یہ لڑکی!؟"

"او۔ ماں جی... میں نے کہا، نا!... رادھا بڑی سوشل لڑکی ہے۔"

اتنے میں رادھا نے اُن لوگوں کی طرف رُخ کیا۔ اور نرملا دیوی ہکّا بکّا ہی رہ گئیں... ترشے ہوئے بالوں کے درمیان رادھا کا سُرخ و سپید چہرہ کھِلا پڑ رہا تھا... وہ تیز تیز چلتی ہوئی مراری بابو کے قریب آئی اور آتے ہی جلدی جلدی بولنے لگی۔

"او... ڈیڈی... یہ مسٹر انند تو بڑے دلچسپ آدمی ہیں... یہاں ان کی فیکٹری ہے پلاسٹک کے کھلونوں کی... مجھے اپنا پتہ دے گئے ہیں... خود بھی آنے کو کہہ گئے ہیں...."

"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے" مراری بابو مسکرا کر بولے "اب انھیں دیکھو۔ یہ ہیں تمھاری دادی ماں۔"

رادھا نے اب تک نرملا دیوی یا شاموکی طرف نہیں دیکھا تھا۔ مراری بابو کے بتلانے پر وہ چونک کر نرملا دیوی کی طرف مڑی۔ نرملا دیوی کی نگاہیں رادھا کے چہرہ پر ہی جمی ہوئی تھیں اور دل میں ایک عجیب سا طوفان اٹھ رہا تھا.... رادھا کیا تھی۔ وہ تو بالکل بھوانی کی شکل ہو گئی تھی... ہو بہو کملا تھی... اگر اس کے جسم پر بھی کملا ہی کی طرح ساڑھی ہوتی اور بال ترشے ہوئے نہ ہوتے تو کوئی شناخت نہ کر سکتا تھا کہ رادھا... رادھا ہے یا کملا... اور ان کا دل چاہ رہا تھا کہ رادھا دوڑ کر ان سے لپٹ جائے اور وہ رادھا کو کلیجہ سے لگائے گھنٹوں کھڑی رہیں۔

اور رادھا... اس نے غور سے نرملا دیوی کو دیکھا... پھر آگے بڑھ کر اس نے مسکرا کر تیز لہجہ میں کہا۔

"ہیلو.... گرانڈ مم..."

اور اس نے ان کے قریب پہنچ کر پچ سے ان کے رخسار پر پیار کر لیا....

نرملا دیوی کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی... انھیں بچپن کی وہ رادھا یاد آ گئی جب وہ کبھی پیار سے ان کے گلے میں باہیں ڈال کر ان کو پیار کر لیا کرتی تھی۔ اور ان کے ہونٹوں سے نکلا...

"میری بچی..."

پھر انھوں نے رادھا کو بازوؤں میں لے کر سینہ سے لگانا چاہا۔ مگر رادھا تیزی سے پیچھے ہٹ گئی اور اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی بولی۔

"او ڈیڈی... ہم لوگ یہاں کب تک اس طرح کھڑے رہیں گے؟"

نرملا دیوی کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اُن کا دل مٹھی میں لے کر زور سے کس لیا ہو... اُن کے چہرہ پر ایک پرچھائیں سی آ گئی۔ مگر انھوں نے دیکھا مراری بابو کے چہرہ پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا... شامو نے آگے بڑھ کر رادھا کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"رادھا بیٹی... تو نے مجھے نہیں پہچانا...؟"

"وہاٹ...!"

رادھا نے جھٹکے سے اپنے سر سے شامو کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی.... یہ بڈھا کون ہے؟"

اور شامو کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ مراری بابو نے مسکرا کر کہا۔

"ارے بیٹی... تم بھول گئیں... ہاں بھلا تمھیں کیا یاد ہوگا.... یہ اپنا شامو ہے شامو... بچپن میں تم اس کے کندھوں پر بیٹھ کر گھومنے جایا کرتی تھیں"۔

"او ہو.. تو یہ ہمارا بچپن کا نوکر ہے؟"

"ہاں میم صاحب" شامو پیچھے ہٹتا ہوا آہستہ سے بولا "میں تمھارا.... آپ کا بچپن کا نوکر ہوں"!

نرملا دیوی نے غور سے شامو کا چہرہ دیکھا، پھر انھیں اپنے دل پر ایک بوجھ سا محسوس ہوا۔ مگر وہ کچھ بولیں نہیں۔ مراری بابو نے کہا۔

"چلیئے مادر جی... ہم لوگ یہاں کب تک کھڑے رہیں گے؟"

"ایں... ہاں بیٹا... یہاں کب تک کھڑے رہیں گے؟"

پھر وہ لوگ عمارت کی طرف چل پڑے۔

رادھا سب سے آگے تھی اور وہ تیز تیز چل رہی تھی.... نرملا دیوی اُسے غور سے دیکھیں اور ان کے چہرہ پر فکرمندی کی گہری لکیریں اُبھر آئیں... اُن کے

برابر مرادی بابو چل رہے تھے اور سب سے پیچھے شامو چل رہا تھا۔۔۔
اس کا چہرہ اُترا ہوا تھا اور آنکھوں میں غم اور خوشی کی ملی جلی ہلکی ہلکی
جھلکیاں نظر آرہی تھیں۔

مرادی بابو نے چلتے ہوئے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کتنا بڑا انقلاب ہے یہ وقت کا ماں جی۔۔۔ اس ہوائی اڈہ سے جب میں
لندن کے لئے روانہ ہوا تھا، تو کملا بھی ساتھ تھی۔۔۔ کس نے یہ سوچا تھا کہ جب
لوٹوں گا تو کملا ساتھ نہ ہوگی۔۔۔"

اور نرملا دیوی کا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔ ان کے تصوّر میں کملا کا چہرہ
ابھر آیا تھا۔۔۔ جاتے وقت کتنی ہراساں تھی کملا۔۔۔ کیسی بلک بلک کر رو رہی تھی۔
جیسے وہ ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو رہی ہو۔۔۔ جیسے ہمیشہ کے لئے وہ اپنے شہر
اپنے وطن کی ہواؤں کو خیرباد کہہ رہی ہو۔۔۔ اور وہی ہوا بھی۔۔۔ ایک بار وہ ایسی
اپنا وطن چھوڑ کر گئی، کہ پھر اُسے زندگی میں واپس آنا نصیب نہ ہو سکا۔

نرملا دیوی نے ساڑھی کے پلّو سے آنکھیں خشک کیں اور انھوں نے تیز تیز
تھرکنے کے انداز میں چلتی ہوئی رادھا کی طرف دیکھا اور دفعتاً انھیں ایک عجیب سی
کمزوری کا احساس ہوا۔ انھوں نے شامو کی طرف مڑ کر کہا۔

"ارے شامو۔۔۔ میری چھڑی تو گھر پہ ہی رہ گئی۔۔۔ تو نے چلتے وقت مجھے
یاد ہی نہیں دلایا!"

"ایں ــــ!" شامو نے چونک کر آہستہ سے کہا۔

پھر اس نے غور سے نرملا دیوی کا چہرہ دیکھا اور ان کے چہرہ کی ہیجانی کیفیت
سے اس نے اندازہ لگایا کہ نرملا دیوی نے یہ بات جان بوجھ کر نہیں کہی۔ انھیں شاید
اس وقت دھیان ہی نہیں ہے کہ وہ چھڑی جان بوجھ کر چھوڑ آئی ہیں۔۔۔ وہ

چپ چاپ لرزتی ہوئی چل رہی تھیں۔ اور مراری بابو جانے کس سوچ میں تھے۔
پھر اچانک مراری بابو چونکے ... وہ نرملا دیوی سے ایک قدم آگے تھے...
جلدی سے وہ دھیرے ہو کر نرملا دیوی کے قریب آگئے اور نرملا دیوی کے چہرہ پہ
یک محبت بھری اور ہمدردانہ نظر ڈال کر بولے۔

"آئیے ماں جی ... آپ میرے کندھے پہ ہاتھ رکھ لیجئے —"

"ایں — !" نرملا دیوی نے چونک کر مراری بابو کی طرف دیکھا۔

شامو بھی انہیں ہی دیکھ رہا تھا اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ مراری بابو کی محبت
اور ہمدردی میں کوئی بناوٹ نہیں ... ان کی آنکھوں کی پُتلیوں کی چمک میں خلوص
کی روشنی ہے ... اور نرملا دیوی بھی ایک بے ساختہ مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

"ارے ... مجھے دھیان ہی نہیں رہا تھا کہ میرا بیٹا میرے ساتھ چل رہا ہے"

پھر انھوں نے مراری بابو کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا اور اب ان کی چال میں
لڑکھڑاہٹ یا لرزش نہیں تھی۔ جانے کیوں شامو کے دل کو ایک ایسے سکون
کا احساس ہوا جیسے وہ کسی موٹر کی زد میں آتے آتے بچ گیا ہو۔

رادھا اتنی تیز چل رہی تھی، کہ ان لوگوں سے بہت آگے نکل گئی تھی ...
شاید اسے اس وقت ان لوگوں کی ہمراہی کا احساس ہی نہیں تھا۔

قریباً نصف گھنٹہ بعد مراری بابو کا سکریٹری سامان چھڑا کر لے آیا اور
وہ لوگ کار میں سوار ہو کر کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستہ میں رادھا جلدی جلدی سڑکوں اور عمارتوں کے جائزے لے رہی تھی،
کبھی وہ گذرتے ہوئے راہ گیروں کو دیکھنے لگتی۔ پھر وہ مراری بابو کی طرف مڑ کر بولی۔

"او- ڈیڈی ... کتنی پرانی عمارتیں ہیں یہ ... کیسی خراب سڑکیں ہیں۔ اپنے
لندن میں تو ایسی عمارتیں اور سڑکیں دیکھنے کو بھی نہیں ملتیں ... اور یہ راہ گیر ...

یہ تو ایسے نظر آ رہے ہیں، جیسے لندن کے کسی چھوٹے موٹے لارڈ کے یہاں کے نوکر ہوں ....."

"ہاں بیٹی۔" مراری بابو بولے "یہ ہندوستان ہے، لندن نہیں ہے۔ ابھی ہندوستان یورپ سے سینکڑوں برس پیچھے ہے .... ہر بات میں سینکڑوں برس پیچھے ہے ..."

رادھا جواب دیئے بغیر پھر باہر دیکھنے لگی۔ وہ سیٹ پر ایک لمحہ کے لئے بھی چین سے نہیں بیٹھتی تھی ... بار بار پہلو بدلے جا رہی تھی۔ کبھی اس کی آنکھوں میں حقارت کی جھلکیاں نظر آتیں اور کبھی چہرہ پہ گہری بیزاری نظر آنے لگتی .... اور نرملا دیوی اور شامو اُسے پُر تفکر نظروں سے دیکھنے لگتے ... اچانک رادھا پھر مراری بابو کی طرف مڑی اور بولی۔

"ڈیڈی ... یہاں پر کیسے دل لگے گا؟"

"لگ جائے گا بیٹی!" مراری بابو مشفق لہجہ میں بولے "کچھ دن رہو گی، تو اپنے آپ دل لگنے لگے گا ..."

"یہاں کوئی اچھا سا کلب یا ہوٹل بھی ہو گا؟"

"آہاں بیٹی ... کلب بھی ہیں اور ہوٹل بھی ہیں ... اور بہت اچھے اچھے ہیں!"

اور رادھا پھر مڑ کر باہر دیکھنے لگی ... قریباً نصف گھنٹہ کے سفر کے بعد کار کوٹھی میں داخل ہوئی اور پورٹیکو میں رک گئی .... کار رُکتے ہی کار کی کھڑکی کھول کر سب سے پہلے رادھا چھلانگ لگا کر اتری اور دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی ... شامو نے جلدی سے اتر کر کھڑکی کھولی۔ مراری بابو نیچے اُترے اور انہوں نے نرملا دیوی کو سہارا دے کر کار سے اُتارا۔

اور جب وہ لوگ اندر کی طرف مڑے تو رادھا بھاگتی ہوئی باہر آ رہی تھی ...

وہ ان لوگوں کے قریب آ رک کر بڑے مسرور لہجہ میں بولی -

"ڈیڈی ... یہ کوٹھی تو بہت بڑی ہے۔"

"ہاں بیٹی ... ابھی تم نے پوری کوٹھی دیکھی ہی کہاں ہے؟"

"اتنا بڑا تو ہمارا لندن کا فلیٹ بھی نہیں تھا۔"

اس کی آنکھیں خوشی سے چمکی ہوئی تھیں اور نرملا دیوی کو ایک عجیب سکون اور خوشی کا احساس ہو رہا تھا ... رادھا کو کم از کم کوٹھی تو پسند آئی ... وہ لوگ ہال میں پہنچے اور رادھا نے تیزی سے ایک پورا چکر ہال کا لگایا — پھر نرملا دیوی کے پاس رک کر بولی۔

"گرانڈ مم ... میرا کمرہ کونسا ہے؟"

"ارے ہاں ..."

نرملا دیوی چونک کر شامو سے بولیں۔

"دیکھ تو شامو ... ذرا بٹیا کو اس کا کمرہ دکھا دے ..."

"آئیے بیٹی ... چھوٹی مالکن آئیے ..."

اور رادھا شامو کے ساتھ چلی گئی۔

مراری بابو نے گھوم کر ایک دیوار کی طرف دیکھا پھر چونک کر بولے۔

"ارے - ماں جی ... یہاں سے کملا کی تصویر کیوں ہٹا دی؟"

"کملا کی تصویر؟"

نرملا دیوی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا

"ہاں - یہاں سے ہٹا دی ہے .... آؤ .... میں تمہیں دکھاؤں کہاں لگا دی ہے ..."

نرملا دیوی مراری بابو کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پوجا کے کمرہ

کے پاس گئیں اور تصویر کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔

"دیکھو... یہاں لگادی ہے یہ تصویر... تم جانتے ہی ہو کہ صبح ہی صبح پوجا کرتی ہوں... یہاں لگی تصویر مجھے صبح ہی دیکھنے کو مل جاتی ہے"!

کہتے کہتے نرملا دیوی کی آواز بھرّا گئی... اور مراری بابو... وہ آہستہ آہستہ تصویر کے بالکل قریب پہنچ کر رک گئے... کچھ دیر تک وہ غور سے تصویر کو دیکھتے رہے۔ پھر اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے... آہستہ سے آنسوؤں کے دو قطرے ڈھلک کر رخساروں پر آ گئے۔ نرملا دیوی نے اپنے آنسو ساڑھی کے آنچل سے پونچھے اور مراری بابو کے قریب پہنچ کر آہستہ آہستہ ان کا کندھا تھپتھپانے لگیں...

تین

اور اس رات اچانک کملا کی حالت بہت بگڑ گئی"!

مراری بابو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا

"میں نے فون کر کے ڈاکٹر جیمس کو بلوایا... انھوں نے کملا کا معائنہ کیا، اور تب معلوم ہوا کہ ہم لوگ جسے معمولی سا درد سمجھا کرتے تھے، وہ در اصل کینسر تھا"!

"کینسر....؟"

نرملا دیوی چونک کر بولیں۔

"تم نے تو خط میں نہیں لکھا تھا..."

"جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا... میں نے اسی لئے آپ کو تفصیل نہیں لکھی"

کہ زبانی ہی سب کچھ بتا دوں گا... بہر حال... اُسی وقت کملا کو ہسپتال لے جایا گیا مگر آپریشن بھی کملا کی جان نہ بچا سکا.... دوسری صبح ہمیں کملا کی لاش مل گئی... ڈاکٹروں نے بتایا تھا کہ کملا کے کینسر کا سبب کوئی گہرا صدمہ ہے اور اُسے اس صدمہ کے علاوہ اور کیا صدمہ ہو سکتا تھا کہ وہ اچانک اپنے وطن سے دور چلی گئی تھی... میں نے اکثر راتوں کو چھپ چھپ کر اُسے آپ کی تصویر کے سامنے روتے دیکھا تھا..."

"بس کرو... بھگوان کے لئے بس کرو۔"

نرملا دیوی رُندھے ہوئے گلے سے بولیں اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں... مرادی بابو بھی آہستہ آہستہ سسکیاں لیتے رہے... سسکیوں کے درمیان وہ آہستہ آہستہ بولتے گئے۔

"یہ صدمہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا کہ میری لاپرواہی سے کملا کی جان گئی.... میں اس کی تکلیف کو معمولی درد ہی سمجھتا رہا تھا... اگر بروقت اس کا مناسب علاج ہو جاتا تو شاید وہ بچ جاتی... مگر میں... میں کاروبار کے سلسلہ میں اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ اس کی طرف توجہ ہی نہ کر پایا تھا..."

کچھ دیر کے لئے وہ خاموش ہو کر سسکیاں لیتے رہے —— رفتہ رفتہ نرملا دیوی کی سسکیاں بھی کم ہوتی گئیں... اور پھر ایک بوجھل اور تکلیف دہ سنّاٹا چھا گیا... ڈرائینگ روم میں صرف نرملا دیوی اور مرادی بابو ہی بیٹھے تھے... تھوڑی دیر بعد مرادی بابو نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر پہلو بدلتے ہوئے بولے۔

"کملا کی موت کے بعد ہی سے میرا دل لندن سے اُچاٹ ہو گیا تھا.... اس سے پہلے مجھے وہ جگہ اتنی اچھی لگی تھی، کہ میں سوچتا تھا کہ اسے اپنا مستقل

وطن بنا لوں گا... لیکن اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب میں یہاں نہیں رہوں گا... مجھے لندن کے در و دیوار سے کملا کے خون کی بو آ رہی تھی...
اور اسی وقت سے میں نے کاروبار سمیٹنا شروع کر دیا تھا... میں تو بہت پہلے آ جاتا... مگر ایک طرف تو اتنا بڑا کاروبار سمیٹنا بھی کوئی معمولی کام نہ تھا...
دوسری طرف رادھا کی پڑھائی کا بھی آخری سال رہ گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ سال پورا ہی کر لیا جائے..."

وہ لوگ پھر خاموش ہو گئے۔

مراری بابو نے جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑا اور سگار سلگا کر آہستہ آہستہ کش لینے لگے۔

دفعتاً نرملا دیوی چونک پڑیں اور پھر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"ارے... یہ رادھا ابھی تک نہیں لوٹی.... ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا اُسے گئے ہوئے...."

"آ جائے گی... پہلی بار شہر دیکھنے نکلی ہے۔ ذرا گھوم گھام رہی ہوگی۔"

"مگر یہ کونسی تُک ہے گھومنے کی... اتنے لمبے سفر سے آئی تھی... نہاتی دھوتی۔ کپڑے بدلتی... آج نہیں تو کل گھوم لیتی۔ آتے ہی گھومنے نکل پڑی۔"

"موڈی لڑکی ہے۔"

مراری بابو سگار کا کش لے کر مسکراتے ہوئے بولے۔

"اور پھر ڈرائیور کو بھی ساتھ نہیں لے گئی... سڑکوں پر یوں ہی شام کو رش ایسا رہتا ہے کہ خدا کی پناہ..."

مراری بابو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولے۔

"اس کی فکر نہ کیجئے ماں جی... ڈرائیور کے تو نام سے ہی اُسے چڑ ہے۔

ڈرائیور کو تو وہ لندن میں بھی کبھی ساتھ نہیں لے جاتی تھی - اپنی گاڑی خود ہی ڈرائیو کرتی ہے ... رہا بھیڑ بھاڑ کا سوال ... تو لندن سے زیادہ رش تھوڑے ہی ہو سکتا ہے ... رادھا تو لندن کی سڑکوں پر ایسے کار چلاتی تھی جیسے یہاں گاؤں کی سڑک پر چھکڑا دوڑایا جائے .... بڑی پرفیکٹ اور فاسٹ ڈرائیور ہے ..."

اور نرملا دیوی آنکھیں پھاڑے حیرت سے سنتی رہیں -

چند لمحے بعد مراری بابو نے کلائی کی گھڑی دیکھی اور بولے -

" ویسے میرا خیال ہے ... یا تو پانچ منٹ کے اندر اندر وہ یہاں ہو گی ، یا پھر کسی ہوٹل میں ہو گی ... "

" ہوٹل میں کیوں ؟ "

" ہم لوگ ٹھیک آٹھ بجے ڈنر لیتے ہیں ، اور اس وقت آٹھ بجنے میں دس منٹ باقی ہیں ... "

" ڈنڈ لیتے ہیں ؟ ... کس سے اور کس بات کا ڈنڈ ؟ " نرملا دیوی نے حیرت سے پوچھا -

" ڈنڈ نہیں ، ڈِنر ... " مراری بابو مسکرا کر بولے - " میرا مطلب ہے رات کا کھانا ... "

" اوہ ... " نرملا دیوی نے آہستہ سے کہا -

" شامو ... ! " مراری بابو نے زور سے آواز دی -

" آیا مالک ... ! " شامو کی آواز دور سے سنائی دی -

اور تھوڑی دیر بعد ہی شامو انگوچھے سے ہاتھ پونچھتا ہوا تیزی سے کمرہ میں داخل ہوا اور مراری بابو کی طرف دیکھ کر بولا -

"مالک ـــ آج میرے من کو ایک زور کا دھکّا سا لگا ہے..."

"دھکّا....؟"

مراری بابو نے حیرت سے کہا۔

"کیوں بھئی؟... کیا ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"ہاں مالک... بہت بڑی غلطی ہوئی ہے آپ سے..." شامو نے منہ لٹکا کر آہستہ سے کہا۔

"وہ کیا غلطی ہوئی ہے؟" مراری بابو نے اور حیرت سے کہا۔

"آپ سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ آپ کو اس گھر میں آئے دو گھنٹے کے لگ بھگ ہو گئے اور آپ نے مجھے پہلی بار ویسے ہی پکارا ہے جیسے پہلے پکارا کرتے تھے... اور میرے من کو خوشی کا ایک دھکّا سا لگا ہے..."

"شامو..." مراری بابو نے حیرت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہاں مالک...!"

شامو ڈبڈبائی آنکھوں سے بولا ـــ

"کان ترس گئے تھے یہ آواز سننے کو... مالک... آٹھ برس سے اس گھر میں ایسا سنّاٹا تھا جیسے یہاں کبھی کوئی رونق کوئی چہل پہل نہ رہی ہو... بھگوان کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج وہی رونق اور چہل پہل لوٹ کر آ گئی ہے... آج تو مجھے گھر کی دیواریں بھی بولتی اور قہقہے لگاتی معلوم ہو رہی ہیں..."

کہتے کہتے شامو کی آواز بھرا گئی اور مراری بابو نے اٹھ کر شامو کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولے۔

"جس بات کا جو وقت ہوتا ہے وہ اسی وقت ہوتی ہے شامو..."

اور شامو انگوچھے سے آنسو پونچھنے لگا۔ نرملا دیوی بھی اپنی ڈبڈبائی آنکھیں

پونچھ رہی تھیں۔ شامو نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں مالک... حکم کیجئے... کیوں بلایا تھا مجھے؟"

پھر اس سے قبل کہ مراری بابو کچھ بولتے، اچانک کار کی مشین کا زناٹا سنائی دیا اور مراری بابو چونک گئے۔ نرملا دیوی بھی جلدی سے سیدھی بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"رادھا آ گئی۔"

"میں نہ کہتا تھا" مراری بابو مسکرا کر بولے۔ "رادھا یا تو پانچ منٹ بعد گھر پہ ہو گی یا کسی ہوٹل میں..."

اچانک رادھا کے تیز تیز قدموں کی چاپیں گونجیں اور پھر رادھا نظر آئی۔

وہ تیز تیز چلتی ہوئی ان لوگوں کے قریب پہنچی اور نرملا دیوی نے کہا

"بھگوان کا شکر ہے تم آگئیں... میں تو پریشان تھی۔"

"کیوں گرانڈ مم..." رادھا نے مسکرا کر جلدی سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیوں پریشان تھیں؟"

مراری بابو نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"اس لئے پریشان تھیں بچاری دادی ماں، کہ تم پہلی بار شہر میں گاڑی لیکر نکلی تھیں، اور یہاں سڑکوں پہ بھیڑ رہتی ہے۔"

رادھا نے بھی قہقہہ لگایا اور نرملا دیوی چور چور سی بیٹھی رہ گئیں۔ چند ثانیہ بعد ہی رادھا نے کہا۔

"او... ڈیڈ... آٹھ بجنے والے ہیں۔"

پھر وہ نرملا دیوی کی طرف دیکھ کر بولی ——

"گرانڈ مم... ڈائننگ روم کس طرف ہے؟"

"کیا چیز ——؟" نرملا دیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"او... گرانڈمم... کھانے کا کمرہ..."

نرملا دیوی جھینپی جھینپی سی اٹھیں اور مراری بابو بھی ان کے ساتھ ہنستے ہوئے اٹھ گئے... نرملا دیوی آگے آگے چلنے لگیں اور مراری بابو نے رادھا کے ساتھ چلتے ہوئے انگریزی میں اس سے آہستہ سے کہا۔

"بیٹی... دادی ماں کے سامنے انگریزی مت بولا کرو... وہ سمجھ نہیں پاتیں..."

"او... ڈیڈ... میں تو خود ہی زیادہ سے زیادہ یہاں کی زبان بولنے کی کوشش کرتی ہوں..."

"اور دیکھو بیٹی... تم انھیں گرانڈمم بھی نہ کہا کرو... دادی ماں کہا کرو"

"دادی ماں..." رادھا نے ناک سکوڑ کر کہا "کچھ عجیب سا لگتا ہے ڈیڈی... جیسے کوئی خوفناک قسم کی جادوگرنی ہاتھ میں کوئی موٹا سا ڈنڈا لئے کھڑی ہو..."

مراری بابو اس مثال پہ زور سے ہنس پڑے۔

نرملا دیوی آگے آگے کھانے کے کمرہ میں داخل ہوئیں اور پیچھے پیچھے مراری بابو اور رادھا... مگر کمرہ میں داخل ہوتے ہی رادھا اچھل پڑی۔

"ہائیں... یہ کھانے کا کمرہ ہے ڈیڈی...؟"

"ہاں بیٹی"

نرملا دیوی مسکرا کر بولیں۔

"بھول گئی تو... بچپن میں تو بھی اس پیڑے پہ بیٹھ کر کھاتی تھی۔"

"پیڑے پہ بیٹھ کر!" رادھا آنکھیں پھاڑ کر بولی "تو کیا اب بھی پیڑے پر بیٹھ کر کھانا پڑے گا؟"

"بیٹی... اس گھر کے تو پرکھے بھی پیڑے پہ ہی بیٹھ کر کھاتے تھے"

"او... نو... ڈیڈ..." رادھا مراری بابو کی طرف دیکھ کر منہ بسور کر انگریزی

ہیں بولی :"میں یہاں بیٹھ کر ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکتی ۔"

"مگر بیٹی... یہاں تو پیڑوں پر ہی بیٹھ کر کھانا پڑتا ہے ۔"

"تو ڈیڈی... میں بھوکی مر جاؤں گی ... مگر ایسے بیٹھ کر کھانا میرے بس کی بات نہیں ہے ۔"

نرملا دیوی حیرت سے دونوں کی صورتیں باری باری دیکھتی رہیں ۔ پھر مراری بابو سے بولیں ۔

"کیا کہہ رہی ہے یہ... گٹ پٹ گٹ پٹ ہیں ... دیکھ بیٹی... تو میرے سامنے اس طرح نہ بولا کر..."

"گٹ پٹ گٹ پٹ ۔" رادھا بے ساختہ ہنس پڑی پھر نرملا دیوی کی گردن میں باہیں ڈال کر بولی ۔" او گرانڈ مم یعنی دادی ماں .... ہم سے زمین پر بیٹھ کر نہیں کھایا جائے گا ۔"

"ہائے رام ۔ تو کیا پلنگ پر بیٹھ کر کھائے گی ؟"

نرملا دیوی نے منہ پھاڑ کر کہا اور رادھا گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی اور ناک سکوڑتی ہوئی بولی ۔

"او... دادی ماں ... آپ کے منہ سے کیسی بدبو آرہی ہے .... آپ کونسا پیسٹ استعمال کرتی ہیں ؟"

مراری بابو کے چہرہ کا رنگ بدل گیا ۔ انھوں نے گھبرا کر نرملا دیوی کی طرف دیکھا... نرملا دیوی کے چہرہ پر دلی تکلیف کے آثار نظر آئے اور مراری بابو جلدی سے رادھا سے بولے ۔

"بیٹی... دادی ماں پیسٹ نہیں منجن استعمال کرتی ہیں ۔"

"ہاں بیٹی... " نرملا دیوی ٹھنڈی سانس لے کر بولیں "میں ولایت میں

نہیں پڑھی... میں ہنچن استعمال کرتی ہوں اور وہ بھی انگلی سے..."

"ماں جی.." مراری بابو جلدی سے بولے۔" بچی ہے۔ اس کی بات کا کچھ خیال نہ کیجیے گا۔"

"خیال...!" نرملا دیوی جلدی سے مسکرا کر بولیں "اتنے برسوں کے بعد اپنی بچی کو دیکھ رہی ہوں... اس کی باتوں کا میں خیال کروں گی؟"

"اور ماں جی...!" مراری بابو نے اطمینان کا سانس لے کر کہا" رادھا وہاں میز کرسی پر کھاتی رہی ہے اس لئے وہ پیڑے پر نہیں بیٹھ سکتی..."

"میں جانتی ہوں... ولایت میں میز کرسی پر ہی کھانا کھایا جاتا ہے۔"

نرملا دیوی نے کہا۔ پھر زور سے بولیں ارے شامو... ذرا سن تو...."

"آیا مالکن...."

فوراً ہی شامو انگوچھے سے ہاتھ پونچھتا ہوا اندر آیا اور جلدی جلدی بولا۔

"اوہو... آپ لوگ بھوجن کرنے آئے ہوں گے... بس بیٹھئے... مالکن ... بس دس پندرہ منٹ لگیں گے... بس آلو کی ترکاری ذرا دم ہونی رہ گئی ہے۔ اور بس بینگن کا بھرتہ بھونتا رہ گیا ہے.. بیٹھئے بیٹھئے..."

شامو جلدی جلدی پیڑے صاف کرنے لگا۔

نرملا دیوی نے اس سے کہا۔

"رہنے دے... یہ تو صاف ہیں... تو ذرا ایک چھوٹی میز اور کرسی یہاں اُٹھا لا—"

"میز کرسی...!" شامو نے حیرت سے پوچھا" وہ کس لئے مالکن...؟"

"اوے بڈھے—" رادھا منہ بنا کر بولی" تم نوکر ہو یا مالک؟— ہر بات میں سوال و جواب کرتے ہو... اپنے کام سے کام رکھو..."

اور شامو کا چہرہ یک بیک اُتر گیا۔ چہرہ پر پھیلی ہوئی خوشی غائب ہو گئی۔ نرملا دیوی بھی سناٹے میں کھڑی رہ گئیں۔

رادھا نے غصّہ سے کہا

"اب جاؤ نا۔۔۔ کھڑے کھڑے منہ کیا تک رہے ہو؟۔۔۔ میز کرسی لیکر آؤ"

"جی۔ جی ہاں۔ جاتا ہوں۔ جاتا ہوں۔۔۔"

اور شامو جلدی سے باہر چلا گیا۔

مرادی بابو نے نرملا دیوی کا چہرہ دیکھا پھر رادھا کی طرف دیکھ کر بولے۔

"بُری بات ہے بیٹی۔۔۔۔ شامو یہاں بچپن سے نوکر ہے اور عمر میں بھی تم سے بڑا ہے، بلکہ مجھ سے بھی بڑا ہے۔ اُس سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیئے۔"

"تو کیا سر پر چڑھا لیا جائے۔۔۔ ڈیڈی کا۔۔۔ نوکر کو نوکر ہی کی طرح رکھنا چاہیئے۔۔۔"

نرملا دیوی مضبوطی سے ہونٹ بند کئے کھڑی رہیں۔

تھوڑی دیر بعد شامو میز اور کرسی لے آیا۔ ایک طرف گوشہ میں میز کرسی ڈال دی گئی۔ نرملا دیوی اور مرادی بابو پیڑوں پر بیٹھ گئے اور رادھا جلدی سے بولی۔۔۔

"ہائیں ہائیں۔ ڈیڈی! آپ کی پتلون کی کریز نہیں برباد ہو گی؟"

"ہو جانے دو بیٹی۔۔۔ دوسری پتلون بھی تو پہنی جا سکتی ہے"

رادھا کرسی پر بیٹھتی ہوئی گھڑی دیکھ کر بولی۔

"او۔ ڈیڈی۔۔۔ آٹھ بج کر پندرہ منٹ ہو گئے۔۔۔ ابھی تک کھانا ندارد ہے۔۔۔"

اتنے میں شامو تھالی لے کر بھاگتا ہوا آیا اور رادھا اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"دیکھو بڈھے۔۔۔ آج تو پندرہ منٹ کی دیر ہو گئی ہے۔۔۔ اگر کل سے کسی وقت کا

کھانا بھی پانچ منٹ بھی لیٹ ہوگیا تو تمھیں نوکری سے نکلوا دوں گی !"

"اچھا چھوٹی مالکن ... بہت اچھا ..." شامو گردن ہلا کر بولا - اور اس نے تھالی جلدی سے میز پر رکھ دی -

رادھا نے تھالی پر نظر ڈالی اور غصّہ سے بولی -

"وہاٹ؟ ... یہ کھانا ہے؟ ... اس میں نہ سوپ ہے نہ ... "

"بیٹی ... " مراری بابو جلدی سے بولے "یہ تو ہندوستانی کھانا ہے .... تمھاری ماں ہفتہ میں دو بار ایسا کھانا پکاتی تھیں ... اور تم بڑے مزے سے کھاتی تھیں ...."

"مگر ڈیڈی ..." رادھا منہ بسور کر بولی "اس کے ساتھ سوپ وغیرہ بھی تو ہوتا تھا ... ورائٹی کے طور پر تو یہ کھانا کھایا جا سکتا ہے مگر کیا روز ..."

"نہیں بیٹی ... کل سے دوسرا انتظام کر لیا جائے گا ... یہاں کے رسوئیا کو انگریزی کھانے بنانے نہیں آتے ہوں گے ... آج تو کھا ہی لو ...."

"او ..." رادھا منہ بسور کر کرسی سرکاتی ہوئی بولی "مجھے معلوم ہوتا تو میں ہوٹل میں ہی کھا کر آتی ..."

پھر وہ منہ بنا بنا کر ہاتھ سے توڑ توڑ کر کھانے لگی . کبھی داہنے ہاتھ سے نوالہ رکھتی کبھی بائیں ہاتھ سے ... کبھی ٹھوڑی پر سالن گر جاتا اور کبھی داہنے گال پر ترکاری لگ جاتی، کبھی بائیں گال پر دال لگ جاتی ... دونوں ہاتھ پہنچوں تک چکنے ہو گئے تھے -

شامو نے نرملا دیوی اور مراری بابو کے سامنے تھالیاں لگا دی تھیں ... نرملا دیوی کا ہاتھ بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا شامو کا چہرہ بجھا بجھا سا نظر آرہا تھا اور آنکھوں میں غم آلود لکیریں نمایاں تھیں - مراری بابو کا چہرہ ...

پر تفکر نظر آ رہا تھا۔

اُسی دوران شامو کی نظریں رادھا کی طرف اٹھ گئیں، اور وہ ... نرملا دیوی نے اُسے رادھا کی طرف دیکھتے دیکھا تو وہ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئیں پھر رادھا کی بگڑی ہوئی صورت اور کھانے کے انداز دیکھ کر شامو کے چہرہ پر سے رفتہ رفتہ غم کی لکیریں غائب ہونے لگیں۔ اور پھر وہ بے ساختہ منہ بند کر کے مسکرا پڑا۔ نرملا دیوی بھی کوشش کے باوجود اپنی مسکراہٹیں نہ روک سکیں۔

مراری بابو نے اُن دونوں کو مسکراتے دیکھا تو رادھا کی طرف دیکھنے لگے۔ دوسرے ہی لمحہ مراری بابو کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اور پھر ـــــ نرملا دیوی اور شامو بھی اپنی ہنسی نہ روک سکے۔ وہ تینوں مل کر بے ساختہ ہنسنے لگے۔ اور رادھا! ـــ اُس نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے ہاتھ دیکھے اور دوسرے ہی لمحہ وہ جھینپ کر کھڑی ہو گئی اور پھر منہ بسورتی ہوئی بھاگتی ہوئی باہر چلی گئی۔

وہ تینوں بے ساختہ ہنستے رہے۔

کھانے کے بعد جب شامو مراری بابو اور نرملا دیوی کے ہاتھ دُھلا رہا تھا تو مراری بابو نے اس کی طرف دیکھا اور بولے۔

"شامو... رادھا کی باتوں کا بُرا نہ ماننا... بچی ہی تو ہے..."

"کیا بات کہتے ہیں چھوٹے مالک" شامو مسکرا کر بولا "کیا وہ آپ ہی کی بیٹی ہے... میری بیٹی نہیں ہے؟... ارے اس نے تو مجھے گھوڑا بنا کر میری پیٹھ پر سواری کی ہے... میں اپنی بچی کی باتوں کا بُرا مانوں گا؟"

"دراصل" مراری بابو بولے "یہاں پر بھی وہ اکیلی ہی بچی تھی۔ سب اسکے ناز اُٹھانے والے ہی تھے۔ اور وہاں بھی ماں کی موت کے بعد جب وہ اکیلی

رہ گئی تو میں نے کبھی اسے ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ مبادا، اُسے ماں کی کمی نہ محسوس ہونے لگے۔"

"نہیں چھوٹے مالک... اسے یہاں کسی بات کی بھی کمی نہیں محسوس ہوگی۔ آخر میں اس کا داس ہی تو ہوں۔ آج تک جھے اس گھر میں کبھی کسی نے بُرا بھلا نہیں کہا تو میں ذرا سی بچی کی بات کا بُرا مان جاؤں گا؟... لعنت ہے مجھ پہ اگر میرے دل میں یہ خیال بھی آیا ہو..."

اور پرملا دیوی کے ہونٹوں پر ایک اطمینان بھری مسکراہٹ ابھر آئی۔ پھر دفعتاً مراری بابو چونک کر بولے۔

"ارے... پرمود کو کھانا دے دیا؟"

"پرمود کون چھوٹے مالک؟"

"وہی اپنا سکریٹری!"

"وہ بھی تو تھوڑی ہی دیر پہلے آئے ہیں... بھوک تو لگ رہی ہے۔ مگر میں ادھر کھانے میں لگ گیا!"

"ٹھیک ہے۔ اُسے کھانا کھلا کر اس کا کمرہ بتا دینا!"

"کمرہ تو میں نے بتا دیا... وہ اپنا سامان ٹھیک کر رہے ہیں!"

"ٹھیک ہے..."

"مگر چھوٹے مالک... وہ کیا پاگل ہے؟"

"پاگل؟... نہیں تو... کیوں؟"

"ابھی باہر جانے سے پہلے وہ لباس تبدیل کر رہا تھا۔ پھر جب جوتے پہنے تو اُلٹے پاؤں کا سیدھے پاؤں میں پہن لیا اور سیدھے پاؤں کا اُلٹے پاؤں میں۔ بڑا زور لگا کر پہننا پڑا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا... نیا فیشن ہے....."

UQAABI 03055198538

نیا فیشن .....

مرادی بابو ہنس پڑے۔ پھر بولے۔

"وہ خبطی ہے ... فیشن اس کے ذہن پر پاگل پن کی حد تک سوار ہے۔ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اور یہاں کے ایک دولتمند سیٹھ کا بیٹا ہے۔ تعلیم حاصل کرنے انگلینڈ گیا تھا مگر بڑے نئے فیشن کے چکر میں پڑ کر چھ سال میں صرف دو سال کا کورس پاس کیا ... ادھر ماں اس کے غم میں مر گئی اور باپ نے غصہ میں عاق کر دیا ... وہاں پر نوکری ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ اتفاقاً مجھ سے ملاقات کرا دی دادھانے ..... ادھا کے ساتھ ہی وہاں یونیورسٹی میں تھا۔ میں نے باپ کا نام سن کر اپنے یہاں رکھ لیا ... اس کے باپ سے میرے بھی مراسم ہیں۔ سوچتا ہوں سمجھا بجھا کر اسے باپ کے پاس پہنچا دوں گا ورنہ کم بخت کی زندگی تباہ ہو جائیگی"

کچھ دیر بعد وہ لوگ ہال میں آئے تو سکریٹری بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس نے گہرا سرخ سوٹ اور گہری زرد قمیص پہن رکھی تھی جس پر گہری نیلی نکٹائی بندھی تھی اور پیروں میں الٹے جوتے پہن رکھے تھے ... نرملا دیوی نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑیں۔

سکریٹری مرادی بابو کے سامنے اٹنشن ہو گیا اور یتیموں کا سا چہرہ بنا کر بولا —

"سر ... اب تو بھوک برداشت نہیں ہو رہی ہے"

"او ... ہاں ... جاؤ ... کھانا کھا لو"

پھر انھوں نے سکریٹری کو شامو کے سپرد کر دیا اور وہ لفٹ رائٹ کے فوجی انداز میں چلتا ہوا شامو کے ساتھ چلا گیا۔

چار

ٹائم پیس کی ٹرن ٹرن سے رادھا کی آنکھ کھل گئی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ٹائم پیس کا الارم بند کیا اور زور سے چیخی ——

"شامو... اے شامو..."

"آیا بی بی جی..." باہر سے شامو چیخا۔

اور پھر شامو بھاگتا ہوا اندر آ گیا۔ رادھا نے اس سے کہا۔

"بیڈ ٹی... جلدی سے بیڈ ٹی لاؤ۔"

"ج... جی... اچھا..."

شامو اتنی ہی پھرتی سے بھاگتا ہوا باہر نکلا اور پھر... دفعتاً وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور کھوپڑی پر ہاتھ پھیر کر ہونٹوں میں بڑبڑایا۔

"کیا کہا تھا بی بی جی نے؟... بے... ٹی..."

چند ثانیہ رک کر وہ پھر بڑبڑایا۔

"یہ... بے... ٹی... کیا بلا ہوتی ہے؟"

پھر کچھ سوچ کر وہ تیزی سے رادھا کے دروازہ کی طرف پلٹا۔ مگر دروازہ تک پہنچتے پہنچتے اس کے تصور میں رادھا کے تیور آ گئے اور وہ جلدی سے رک گیا... چند لمحے تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی... اور وہ چٹکی بجا کر چھپتا ہوا پرمود کے کمرہ میں گیا۔

پرمود اپنے بستر پر گردن تک رضائی ڈالے لیٹا تھا۔ وہ شامو کو دیکھ کر

مسکراتا ہوا بولا۔

"آئیے... آئیے مسٹر شامو... تشریف لائیے..."

"مسٹر شامو..." شامو چونک پڑا۔ "نہیں بابو جی... میں تو اس گھر کا داس ہوں۔"

"تو کیا ہوا... میں بھی تو مرادی داس ہوں... یعنی کہ مرادی بابو کا داس... ہم دونوں کی پوزیشن ایک ہی ہے... فرمایئے — صبح صبح کیسے تکلیف کی آپ نے؟"

"وہ... آپ سے ایک بات پوچھنا تھی۔"

"ضرور ضرور... دریافت فرمایئے..."

"بیر... بے... ٹی... کسے کہتے ہیں؟"

"بیڈٹی..." پرمود اطمینان سے اٹھتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "ارے آپ ہندوستانی ہو کر بیٹی کے معنی نہیں جانتے؟"

"بیٹی... یعنی کنیا... یعنی ڈاٹر... یعنی آپ کی بیوی کی جو لڑکی ہو گی وہ آپ کی بیٹی ہو گی..."

"نہیں بابو جی... وہ بیٹی... جو چھوٹی مالکن بستر پہ لیٹے لیٹے مانگ رہی تھیں..."

"اوہو... بیڈٹی... بیڈٹی... کہا ہو گا انھوں نے... بیڈٹی... یعنی بستر کی چائے..."

"بستر کی چائے؟"

شامو آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"یہ کونسی چائے ہے بابو جی؟... لپٹن کی چائے، بروک بانڈ اور پلانٹر

کی چائے کے نام تو میں نے سُنے ہیں... کیا یہ چائے ولایت سے آتی ہے ؟"

"نہیں مسٹر شامو... یہ چائے ولایت سے نہیں آتی... اِس چائے کی صرف عادت ولایت سے امپورٹ ہوتی ہے... اور دنیا کی ہر برانڈ کی چائے پر اس کا لیبل لگایا جا سکتا ہے... اور پھر یہ وہ چائے کہلاتی ہے جو آنکھ کھلتے ہی بستر پر بیٹھ کر پی جاتی ہے اور جس کے لئے میں ایک گھنٹہ سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"اوہو... بستر پر بھی چائے پی جاتی ہے ولایت میں ؟"

"ولایت میں تو بہت کچھ ہوتا ہے مسٹر شامو۔ اگر آپ نوکری چاہتے ہیں تو جتنی جلدی ہو سکے، میم صاحب کے کمرہ میں بستر کی چائے پہنچائیے..."

"ارے باپ رے !" شامو گھبرا کر پلٹا۔

"اور دیکھیے..."

پرمود جلدی سے بولا۔

"اس بات کا بھی دھیان رکھیے گا کہ ایک بستر کی چائے کا مارا یہاں بھی پڑا ہوا ہے... آپ کو فرصت نہیں مل سکے گی اس لئے آپ مسی موہنی کے ہاتھ بھیج دیں..."

شامو سر ہلاتا ہوا تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔

رادھا بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے شعلے اُبل رہے تھے۔ مگر وہ بستر سے نہیں اتری تھی۔ اچانک دروازہ کھلا اور شامو نظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چائے کی پیالی تھام رکھی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں پانی کا لوٹا اور منجن کی شیشی اور صابن دانی... کندھے پر تولیہ پڑا ہوا تھا اور...

اُسے دیکھتے ہی رادھا آنکھیں نکال کر بولی۔

"وہاٹ از دِس نان سنس ... بڈھے ... میں آدھ گھنٹہ سے چائے کا انتظار کر رہی ہوں ... کہاں مر گئے تھے تم ...؟"

"ایں ... اوہ ... بی بی جی ... ذرا دیر ہو گئی تھی۔"

شامو نے جلدی جلدی سب چیزیں سرہانے کی میز پر رکھیں، اور جلدی سے بولا ——

"ٹھہریئے ... میں ذرا تسلہ اور لے آؤں دو ... گرم!!"

"وہاٹ ... !" رادھا کی آنکھیں غصے سے نکل پڑیں "یہ کیا بے ہودگی ہے؟"

"جی ... یہ آپ کی بے ... ٹی ... ہے ... اور یہ ہاتھ منہ دھونے کا سامان ..."

"او ... ایڈیٹ ... یہ سب کس نے منگایا تھا؟"

"منگایا تو نہیں تھا ... مگر ... میں سمجھا تھا کہ شاید ولایت میں بستر پر بیٹھ کر ہی ہاتھ منہ دھویا جاتا ہو گا ..."

"یو ... شٹ اپ ... ایڈیٹ ... اِدھر لاؤ چائے ..."

"جی ... مم ... مالکن ... مگر ... کیا آپ دانت صاف کئے بغیر چائے پییں گی؟"

"چائے لاؤ ..." رادھا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

شامو نے جلدی سے پیالی اٹھا کر رادھا کی طرف بڑھائی اور پھر آہستہ سے بولا۔

"مم ... مگر ... چھوٹی مالکن ... اس طرح تو رات بھر کی تمام منہ کی

گن دگی پیٹ میں چلی جائے گی ... کیا ولایت میں رات بھر کی منہ کی گندگی پیٹ میں اُتار لیتے ہیں ؟"

"او ... یو شٹ اپ ... بڈھے ... میں تمھیں ڈسمس کرا دوں گی ....
نکل جاؤ یہاں سے ... "

رادھا نے چائے شامو کے ہاتھ سے چھین لی اور غصّہ سے چیخ کر بولی۔

"بھاگ جاؤ ـــــ"

اور شامو گھبرا کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

نرملا دیوی پوجا کے کمرہ سے نکلیں ... انھوں نے جیسے ہی پاؤں میں چپلیں ڈالیں اُن کے کانوں سے ایک تیز آواز ٹکرائی۔

"او۔ شامو ...."

"آیا ... چھوٹی مالکن ...."

نرملا دیوی نے پوری طرح چپل پہنے اور کملا کی تصویر کی طرف بڑھی ہی تھیں کہ ان کے کانوں سے ایک اور آواز ٹکرائی۔

"ارے شامو ... ذرا سنو تو ...."

"آیا ... چھوٹے مالک ..."

نرملا دیوی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی اور چہرہ پہ ایک گہرا سکون امڈ آیا۔ کتنی لذّت تھی ان آوازوں میں ... کل تک اس لمبی چوڑی کوٹھی میں ایسا سناٹا رہتا تھا جیسے کوئی ذی روح یہاں رہتا ہی نہ ہو ... اور آج .... ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بارات ٹھہری ہوئی ہو ... نرملا دیوی کا دل خوشی

سے بلّیوں اچھل رہا تھا اور بار بار آنسوؤں کی نمی آنکھوں میں جھلکنے لگتی۔

پھر وہ ہال میں پہنچیں تو انہوں نے شامو کو اِدھر اُدھر دوڑ دوڑ کر آتے جاتے دیکھا اور وہ ایک سکون آمیز ٹھنڈی سانس لے کر لانگ چیئر پر لیٹ گئیں ——

پرمود کی نگاہیں دروازہ پر لگی ہوئی تھیں۔ چند لمحے بعد آہستہ سے دروازہ کھلا اور —— پھر موہنی نظر آئی۔ جو ایک ہاتھ میں چائے کی پیالی لئے داخل ہو رہی تھی —— پرمود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ وہ اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور رضائی ڈھلک کر گود میں آ گری۔

"آیئے ... آیئے مس موہنی۔ تشریف لایئے۔"

موہنی کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ رینگ گئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بستر کے قریب پہنچ گئی اور پھر جھک کے پرمود کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی ——

"یہ آپ مجھ سے آپ جناب سے کیوں بولتے ہیں بابوجی ... میں تو اس گھر کی نوکرانی ہوں !!"

"اس لئے کہ میری اور آپ کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں ہے" پرمود نے دانت نکال کر کہا "کیونکہ میں بھی اس گھر کا نوکر ہوں مس موہنی ..."

موہنی کا ہاتھ بڑھا ہوا تھا اور پرمود بجائے چائے لینے کے اس کے چہرہ پر نظریں جمائے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

موہنی کے چہرہ پر شرم کی سرخی دوڑ گئی اور وہ بولی۔

"لیجیے نا بابو جی... آپ کی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے..."

"ہو جانے دیجیے چائے کو ٹھنڈی..... میری آنکھیں بھی تو گرم ہو رہی ہیں!"

"آنکھیں...!" موہنی نے حیرت سے کہا۔ "آنکھیں تو بخار میں گرم ہوتی ہیں... کہیں آپ کو بخار تو نہیں ہے بابو جی؟"

"بخار..." پرمود نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تھا تو نہیں... مگر جب سے تمہیں دیکھا ہے، شروع ہو گیا ہے..."

"جی...!" موہنی نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "کیا کہا بابو جی—؟"

"ج... جی... م... میرا مطلب ہے" پرمود جلدی سے بولا۔ "میرا بخار اترنے لگا ہے..."

"دیکھیے بابو جی" موہنی نے سنجیدگی سے چائے میز پہ رکھتے ہوئے کہا "ہم سے ایسی ویسی بات مت کیجیے گا..."

"مس موہنی... ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ایسی ویسی بات کیسے کی جاتی ہے—"

اچانک موہنی کی نظریں پرمود کی گردن کی طرف گئیں اور وہ چونک کر بولی۔

"ہائیں... بابو جی... یہ آپ الٹی قمیص کیوں پہنے ہیں؟ — آگے کا گلا پیچھے اور پیچھے کا آگے—"

"یہ ولایت کا فیشن ہے مس موہنی..."

"ہائیں... تو کیا ولایت میں الٹی چیزوں کا فیشن ہوتا ہے؟"

"ولایت میں کوئی چیز الٹی سیدھی نہیں ہوتی... جیسے جو چیز استعمال کر لی جائے، ویسے ہی سیدھی سمجھی جاتی ہے مس موہنی... آپ کبھی

ولایت نہیں گئیں ؟"

"ہم کیوں جاتے جی ولایت ؟"

"کوئی بات نہیں... ہم کوشش کریں گے کہ تمھیں ولایت دکھائیں۔"

اچانک باہر سے شامو کی آواز سُنائی دی۔

"ارے موہنی... او... موہنی..."

"آئی... کاکا..."

موہنی جلدی سے بھاگتی ہوئی باہر چلی گئی... اور پرمود!... وہ ٹھنڈی سانس لے کر اسی دروازہ کو دیکھتا رہا جس سے موہنی باہر گئی تھی... پھر ہاتھ بڑھا کر پیالی اٹھائی اور آہستہ آہستہ چائے کی چسکیاں لینے لگا۔

پانچ

نرملا دیوی نے مالا کے دانے پھراتے پھراتے دروازہ کی طرف دیکھا جہاں سے شامو داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ نرملا دیوی نے مالا کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے... کس کا خط ہے شامو...؟"

"معلوم نہیں مالکن... ابھی ابھی ڈاکیہ دے گیا ہے..."

اس نے لفافہ نرملا دیوی کے آگے کر دیا۔ نرملا دیوی نے لفافہ لے کر پیچھے کا پتہ دیکھا اور چونک کر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"اوہو... یہ تو سیتا کا خط ہے۔"

"سیتا دیوی کا خط ہے"۔ شامو آہستہ سے بڑبڑایا۔

اس کے چہرہ پر ہلکی فکرمندی کی جھلک نظر آئی۔ نرملا دیوی نے جلدی جلدی لفافہ کھول کر پرچہ نکالا اور بلند آواز میں پڑھنے لگیں۔

"پیاری بہن جی... آپ کا خط ملا... مراری بھیا اور رادھا بیٹی کے واپس آنے کی خبر سن کر سچ مانو میں خوشی سے پاگل سی ہو گئی... موہن نے جب یہ خبر سنی تو خوشی کے مارے اس کے آنسو نکل آئے... اس نے ان لوگوں کے آنے کی خوشی میں ہی ایک ایک دن کی مزدوری اپنے یہاں کام کرنے والے مزدوروں کو زیادہ بانٹ دی ہے... سچ جانیئے میں اور آپ تو اسکی خوشی کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے...

مراری بھیا اور بہو رانی کو دیکھنے کے لئے میں اور موہن آنے والے تھے۔ مگر موہن کے پاس ان دنوں بہت کام ہے... سنا ہے کوئی منتری اس ہفتہ میں فارم کا معائنہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ اس لئے موہن تو نہ آسکے گا۔ میں البتہ آج سے چھٹے دن آ رہی ہوں... اور سنیئے بہن جی... اب کی بار میں خالی خولی واپس نہیں آجاؤں گی... اب تو اس گھر کے در و دیوار بہو رانی کے پالکوں کی جھنکار کے لئے ترسنے لگے ہیں... مراری بھیا سے بات کر کے آپ اپنی ہی طرف سے کوئی اچھا سا مہورت نکلوالیں... اور اب جلدی سے ہماری امانت ہمارے گھر آجانی چاہیئے..."

نرملا دیوی نے رک کر شامو کی طرف دیکھا اور شامو کی نظریں جھک گئیں۔ نرملا دیوی ہلکی سانس لے کر پڑھنے لگیں۔

"اور میری طرف سے میری بہو رانی کو خوب خوب پیار کرنا... مراری بھیا کو نمستے کہنا... موہن آپ کو اور مراری بھیا کو بہت بہت نمستے کہتا ہے...

شامو کاکا کو نمستے... آپ کی چھوٹی بہن... سنیتا... "

نرملا دیوی نے خط ختم کر کے ایک ٹھنڈی سانس لی اور لفافہ میں رکھ کر اپنی عینک اتار کر صاف کرنے لگیں۔ پھر انھوں نے شامو سے کہا۔

" مراری کہاں ہے ؟ "

" کمرہ ہی ہیں مالکن... ولایت کے دوستوں کو خط لکھ رہے ہیں... "

" خط لکھ لے تو اُسے اِدھر بھیج دینا۔ "

" جی... اچھا... "

شامو بوجھل بوجھل قدموں سے نکل کر چلا گیا اور نرملا دیوی بیٹھی سوچتی رہیں۔ ان کے چہرہ پر فکرمندی کی جھلکیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد قدموں کی چاپیں گونجیں اور نرملا دیوی نے عینک آنکھوں پر لگالی... چند لمحے بعد مراری بابو گاؤن کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، دانتوں میں سگار دبائے ہوئے داخل ہوئے اور دانتوں سے سگار نکال کر بولے۔

" آپ نے مجھے بلایا تھا ماں جی ؟ "

" ہاں بیٹے... " نرملا دیوی نے کہا " بیٹھو... تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ "

" ضروری بات ؟ " مراری بابو بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولے " ایسی کیا ضروری بات ہے جس کے لئے آپ اتنی سنجیدہ نظر آ رہی ہیں " ؟

" ایسی ہی بات ہے بیٹا... یہ رادھا کہاں گئی ہے ؟ "

" گھومنے پھرنے ہی گئی ہوگی کہیں " ! مراری بابو بولے " نئی نئی ولایت سے آئی ہے۔ یہاں مشکل سے ہی دل لگتا ہوگا... اِدھر اُدھر دوستوں میں

وقت گذارتی پھرتی ہے ..."

"ہوں ..." نرملا دیوی نے ایک لمبی سانس لی

پھر انھوں نے لفافہ اٹھا کر مراری بابو کی طرف بڑھا دیا۔

"کس کا خط ہے؟" مراری بابو نے حیرت سے پوچھا۔

"تم خود ہی پڑھ لو ---"

مراری بابو نے لفافہ لے کر اوپر پتہ دیکھا۔ پھر پیچھے کا پتہ دیکھ کر چونکتے ہوئے مسکرائے۔

"ارے ... یہ تو سینا بہن جی کا خط ہے ... اوہو ... میں ان کے متعلق تو پوچھنا ہی بھول گیا تھا ... کیسی ہیں وہ؟"

"اچھی ہیں۔"

مراری بابو نے خط نکال کر پڑھا ... ایک بار پڑھ کر انھوں نے نرملا دیوی کی طرف دیکھا۔ پھر دوبارہ پڑھا اور نرملا دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر وہ بولے۔

"تو سینا بہن جی ابھی تک بھولیں نہیں کہ بچپن میں موہن اور رادھا کی سگائی ہو گئی رہتی۔"

"یہ بھی کوئی بھولنے کی بات ہے بیٹا؟ ... ہمارے وقتوں کے لوگوں کی تو زبانیں ہی پتھر کی لکیریں ہوتی تھیں۔"

"میں تو سمجھا تھا موہن کی شادی بھی ہو گئی ہو گی۔"

"اب تو تم نے پڑھ لیا کہ موہن نے رادھا کے انتظار میں شادی نہیں کی۔"

"کتنا پڑھا ہے اس نے؟"

"میں تو جانتی نہیں ... ہاں اتنا ضرور معلوم ہے کہ اسکول سے نکلنے کے بعد

کالج میں جو چار درجے پڑھے جاتے ہیں وہاں تک پڑھا ہے !

"آپ کا مطلب ہے بی اے کیا ہے "

"ہاں۔ بی اے۔ بی اے "

"دھندہ کیا کرتا ہے —— ؟"

"دھندہ۔۔۔ ارے اُسے دھندہ کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ باپ دادا کی چھوڑی ہوئی ہزاروں بیگھہ زمین ہے۔۔۔ اب تو اس نے فارم کھول لیا ہے۔ بڑی محنت سے کام کرتا ہے۔۔۔ چار چار تو ٹریکٹر ہیں اس کے فارم میں۔۔۔۔ ایک بار تو اس نے اچھی فصل کا انعام بھی جیتا ہے حکومت سے "

"تو یہ کہیئے کہ برخوردار کسان ہیں !! مراری بابو مسکرا کر بولے۔

"تو تم کیا کہتے ہو ؟"

"کس بارے میں —— ؟"

"سیتا کا خط تو تم نے پڑھ ہی لیا "

"پڑھ لیا۔۔۔ ہاں جی۔۔۔ اگر یہ لڑکا آپ کو پسند ہے۔۔۔ کھاتے پیتے گھرانے کا لڑکا ہے۔ خاندان بھی دیکھا بھالا ہے۔۔۔ تو بھلا مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔۔۔ پھر رادھا کی بزرگ مجھ سے پہلے تو آپ ہیں !!

"بھگوان تیرا شکر ہے !!

نرملا دیوی نے ایک پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ گہری سانس لی "تم نے میرے سینہ پر سے منوں بوجھ ہٹا دیا۔۔۔ "

مراری بابو ہنس کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگے۔

نرملا دیوی نے کہا۔

"تو پھر آج کل میں ہی پنڈت سے کوئی اچھا سا مہورت نکلوا لیں "

"جھوٹ ...!"

مراری بابو چونک کر بولے

"اتنی جلدی... ماں جی... ہم لوگوں نے تو طے کر لیا... اگر لڑکا آپکو پسند ہے تو مجھے بھی پسند ہے... مگر..."

"مگر کیا...؟" نرملا دیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"اب دیکھیئے نا ماں جی... رادھا جوان ہے... پڑھی لکھی اور سمجھدار ہے۔ پہلے اس کی رائے بھی تو لے لی جائے۔"

"کیا...؟" نرملا دیوی کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر آنکھیں پھاڑ کر بولیں —

"رادھا کی رائے...؟"

"ہاں ماں جی... شادی تو رادھا کی ہو گی نا؟"

"یہ تو کیسی باتیں کر رہا ہے بیٹے... ہمارے خاندان میں بھی کبھی کسی نے لڑکیوں کی رائے لی ہے شادی کے سلسلے میں؟... اور کیا رادھا اتنی بے غیرت ہو گئی ہے ولایت میں رہ کر... کہ تیرے اور میرے سامنے اپنے ور کے لئے وہ رائے بھی دے گی..."

مراری بابو مسکرائے اور بولے۔

"ماں جی... یہ بیسویں صدی ہے بیسویں صدی... زمانہ چاند پہ راکٹ بھیجکر وہاں بستی بسانے کی کوشش کر رہا ہے اور آپ نے ابھی تک اس کوٹھی کی چار دیواری سے نکل کر بھی کچھ نہیں دیکھا... اب پرانی لکیروں کو پیٹنے کا زمانہ نہیں ہے..."

نرملا دیوی حیرت سے مراری بابو کی طرف دیکھتی رہ گئیں۔ مراری بابو نے سگار کی راکھ جھاڑی اور بولے۔

"میں رادھا سے تذکرہ کروں گا۔۔۔ دو چار روز میں سوچ سمجھ کر رادھا اپنی رائے دے گی۔ اس کے بعد مہورت بھی نکلوا لیا جائے گا"

پھر کمرہ میں کچھ اس قسم کی خاموشی چھا گئی جیسے آگے کوئی بات نہ کی جائے گی۔۔۔ اور نرملا دیوی اس طرح گم سم بیٹھی رہیں جیسے ان سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہو۔۔۔

رادھا نے جلدی جلدی نوٹ گنے اور انہیں پرس میں رکھ کر تیزی سے اُٹھنے لگی۔۔۔ مراری بابو نے کہا۔

"ارے سُنو تو بیٹی۔۔۔ نوٹ گن بھی لیے تم نے؟"

"جی ہاں ڈیڈی پورے ہیں"

"پورے نہیں ہیں" مراری بابو مسکرا کر بولے "تم نے اتنی جلدی میں گنے ہیں کہ اُن کا شمار غلط کر گئیں۔۔۔ پورا ایک سو کا نوٹ کم ہے"

"ہائیں۔۔۔ میں نے تو پورے گنے ہیں"

رادھا نے پھر نوٹ نکالے اور تیزی سے گننے لگی۔۔۔ پھر مُنہ بسور کر اور ٹھنک کر بولی:

"اوں۔۔۔ ڈیڈی آپ نے کم کیوں دیا ایک نوٹ؟"

"نہیں بیٹی۔۔۔ میں نے تو پورے ہی دیے تھے۔ تم نے لینے میں اتنی جلدی کی کہ ایک نوٹ گر پڑا۔۔۔ اور ایک نوٹ کم ہونے پر بھی تم گنتی پوری کر گئیں۔ وہ دیکھو۔۔۔ وہ پڑا ہے نوٹ۔۔۔"

مراری بابو نے میز کے قریب اشارہ کیا اور رادھا نے جلدی سے جھک کر

نوٹ اٹھالیا اور پرس میں ٹھونستی ہوئی تیزی سے بولی۔

"اچھا ڈیڈی... میں چلتی ہوں۔"

"ٹھہرو بیٹی... تمہیں کلب ہی جانا ہے نا؟"

"جی ہاں... آج مجھے فیس ضرور جمع کر دینی ہے.... روزانہ داخلہ کا ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔"

"تو ابھی تو آٹھ بجے ہیں... نو بجے تک بھی چلی جاؤ گی، تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"مگر یہاں بیٹھے بیٹھے کروں گی کیا؟... میرا دل گھبراتا ہے..."

"تم سے ایک ضروری موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔"

"ضروری موضوع پر... تو جلدی سے کر لیجئے—" رادھا نے جلدی سے پرس میز پر ڈال دیا۔

"سکون سے بیٹھو—"

"او— ڈیڈی آپ سسپنس مت پیدا کیجئے.... مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔"

"اچھا بیٹی... میں یہ کہہ رہا تھا" مرادی بابو سگار کی راکھ جھاڑ کر بولے "تمہاری تعلیم تو اب مکمل ہو ہی چکی ہے... اس کے علاوہ... اب میں یہاں پر ہی کاروبار کی بنیاد ڈالنے کا پروگرام بنا رہا ہوں... تم میری یہ عادت بھی جانتی ہو کہ جس کام میں الجھ جاؤں تو اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک پوری طرح کامیابی نہ حاصل کر لوں..."

"جانتی ہوں—"

"میں سوچتا ہوں کہ اگر میں کاروبار میں الجھ گیا تو پتہ نہیں کتنا عرصہ لگ

جائے اُسے جلاتے جلاتے ... لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ کاروبار کی بنیاد ڈالنے سے پہلے ہی تمہاری شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں ..."

"شادی ..." رادھا نے کہا۔ "آپ کو میری شادی کی اتنی جلدی کیا ہے؟"

اور نرملا دیوی نے رادھا کا چہرہ بہت حیرت اور غور سے دیکھا ..... وہ غالباً اس کے چہرہ پر شرم و حیا کی وہ لکیریں تلاش کر رہی تھیں جو لڑکیوں کے چہروں پر اپنی شادی کا تذکرہ سن کر پیدا ہو جاتی ہیں ... لیکن رادھا کے چہرہ پر اس قسم کی کوئی لکیر نہ تھی ... انھوں نے مراری بابو کی طرف دیکھا، جو رادھا سے کہہ رہے تھے ..

"جلدی کیوں نہ ہو گی بیٹی؟ ... لڑکی کا معاملہ ہی ایسا ہوتا ہے .... جب تک لڑکی کی شادی نہ ہو جائے، بزرگوں کے سینہ پر ایک بوجھ سا رہتا ہے ..."

رادھا ایک تیز قہقہہ لگا کر بولی۔

"واہ ڈیڈی ... بوجھ تو خود لڑکی کے سینہ پر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ شادی تو لڑکی کی ہوتی ہے .... پھر بھی آپ کہتے ہیں تو میں اس مسئلہ پر غور کروں گی ... ویسے بھی ابھی میں نے اپنے شوہر کے بطور کوئی لڑکا بھی پسند نہیں کیا ہے ..."

نرملا دیوی کی آنکھیں اور پھیل گئیں۔ ان کی پیشانی پر پسینہ کی لکیریں اُبھر آئیں ... مراری بابو نے کنکھیوں سے نرملا دیوی کی طرف دیکھا اور پھر رادھا کی طرف۔ دیکھ کر کچھ کہنے ہی والے تھے کہ رادھا بول پڑی۔

"ابھی یہاں آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں؟ ... دو تین روز مجھے سوسائٹی جوائن کئے ہوئے ہیں ... آج سے کلب کی مستقل ممبر بننے والی ہوں ... دس پانچ دوست بنے ہیں ... ان میں حالانکہ ایسے لڑکے موجود ہیں جن کے بارے میں سوچا

جا سکتا ہے ... مثلاً ایک لڑکا کا وِنود ہے ... ہاں ... ڈیڈی کیا گُڈ لُکنگ ینگ مین ہے ... ایسے خوبصورت اور بھڑکدار لوگ صرف انگلینڈ میں ہی نظر آتے ہیں ... کھڑا ہوتا ہے تو بالکل انگریز لگتا ہے۔ بات کرتا ہے تو محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی یورپین بول رہا ہو ... ہے بھی یورپ ریٹرن ... وہ انجینیئرنگ پاس کر کے آیا ہے آکسفورڈ سے۔ اور یہاں نیا نیا ملازم ہے ... بڑا جانِ محفل قسم کا نوجوان ہے ... اور تو اور ڈیڈی۔ کل جب وہ میرے ساتھ رقص کر رہا تھا تو اس نے میرے ڈانس میں کئی غلطیاں بھی نکالیں ..."

نملا دیوی کی آنکھیں اس طرح پھیلی رہ گئی تھیں جیسے وہ پتھر کی ہوگئی ہوں ... ہونٹوں کے درمیان ہلکا سا خلا رہ گیا تھا اور ماتھے پر پسینہ کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

مراری بابو نے بجھا ہوا سگار سلگایا اور رادھا سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی۔

"ابھی تک تو میں نے صرف اسی میں کشش محسوس کی ہے ... اب آپ نے شادی کا تذکرہ چھیڑا ہے تو میں شادی کے نکتۂ نظر سے بھی اسے دیکھوں گی، پھر اپنی رائے سے آپ کو مطلع کر دوں گی ..."

رادھا پھر اٹھنے لگی۔

مراری بابو جلدی سے بولے۔

"ارے ... سنو تو بیٹی"

"اوہ ... ڈیڈی ... مجھے دیر ہو رہی ہے !!"

"بس ایک منٹ ..." مراری بابو نے کہا۔ "کیا تمھیں اپنا موہن یاد ہے ؟"

"موہن ؟ — کون موہن ؟" رادھا نے پوچھا۔

"تمھارے بچپن کا ساتھی موہن ... جس کے ساتھ تم کھیلا کودا کرتی تھیں۔

اور بچپن میں ہی اس سے تمہاری سگائی کردی گئی تھی۔"

"بچپن میں... بھلا بچپن کی باتیں کسے یاد رہتی ہیں... اور میری سگائی بچپن میں کردی گئی تھی یہ میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔"

"بہرحال... تمہاری سگائی بچپن میں موہن سے ہوئی تھی۔ موہن کی ماں اور موہن تمہاری واپسی کا انتظار کرتے رہے... اب موہن کی ماں کا خط آیا ہے شادی کے سلسلے میں۔"

"وہاٹ ــــ!"

رادھا نے حیرت سے کہا

"ڈیڈی!ــــ شادی کو آپ نے گڑیا گڈے کا کھیل سمجھ لیا ہے!... ارے شادی شادی ہے... مستقبل کا سوال ہوتا ہے... بھلا میں موہن کو دیکھے بغیر کیسے کوئی رائے دے سکتی ہوں۔"

"بیٹی... " مراری بابو مسکرا کر بولے۔ "ہم لوگ بھی تمہاری رائے ہی مانگ رہے ہیں... موہن بی اے پاس ہے۔"

"بی اے تو میں بھی پاس ہوں۔"

"میں کہہ رہا تھا موہن ایک اچھے گھرانے کا لڑکا ہے۔ بچپن سے دیکھا بھالا ہے۔ لہٰذا کسی چھان بین کی ضرورت نہیں ہے.... پھر وہ ایک بہت بڑے فارم کا مالک ہے..."

"فارم کا مالک ہے... " رادھا اچھل کر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "یعنی کسان ہے... کسان؟"

"ہاں بیٹی... اس دیش میں آدمی کے لئے کسان ہونا ایک فخر کی بات ہے ــــ"

"اور اس دیش کے کسانوں کو بھی میں نے دیکھا ہے ... ڈیڈی .....
کیا میں نے اِسی لئے بی اے پاس کیا ہے کہ میں ایک دیہاتی سے شادی کر کے اپنی
زندگی تباہ کر لوں؟"

"نہیں رادھا بیٹی..."

"ڈیڈی ---" رادھا بات کاٹ کر بولی "ہندوستانی کسان کتنا ہی
ترقی یافتہ ہو جائے مگر ہوتا تو کسان ہی ہے ... جو آدمی کھیتوں کی مینڈھوں
پر گھومتا ہوگا، وہ کیا جانتا ہوگا کہ سوسائٹی کسے کہتے ہیں؟ ... سوسائٹی کے
آداب کیا ہوتے ہیں؟ ... نہیں ڈیڈی ... میں ایسے آدمی سے شادی کر کے اپنی
زندگی نہیں تباہ کر سکتی ..."

پھر وہ تیزی سے اٹھ گئی ---

"بیٹی ... سنو تو ..." مراری بابو نے کچھ کہنا چاہا۔

لیکن رادھا نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا - وہ تیز تیز چلتی ہوئی کمرہ سے
نکل گئی اور مراری بابو کا اٹھا ہوا ہاتھ اٹھا ہی رہ گیا ... پھر انھوں نے نرملا دیوی
کی طرف دیکھا ... نرملا دیوی کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے اس طرح
بیٹھی تھیں جیسے انھیں سکتہ ہو گیا ہو ... مراری بابو نے کندھے سکوڑ کر ڈھیلے
چھوڑتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"عجیب لڑکی ہے"

پھر وہ بجھا ہوا سگار سلگانے کے لئے دیا سلائی جلانے لگے ... اور
نرملا دیوی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُن کی طرف دیکھتی رہیں۔

۶

چھ

مینا دیوی نے جلدی جلدی تجوری بند کی اور اس کے قفل میں چابی گھماتے ہوئے زور سے چیخیں۔

"او سکھیا... اری او ری سکھیا..."

"آئی ماں جی..." سکھیا کی آواز سنائی دی۔

"ارے موہن آیا کہ نہیں؟"

"نہیں ماں جی" سکھیا جلدی سے اندر گھستی ہوئی بولی "ابھی تو آئے نہیں مالک..."

"بھگوان اُسے سمجھے... ارے اسے معلوم تھا کہ میں چار بجے کی گاڑی سے جا رہی ہوں... مجھے اسٹیشن چھوڑنا ہے۔ پھر بھی ابھی تک نہیں آیا..."

"ماں جی..." اچانک نیم جی نے سامنے آ کر کہا "موہن بابو تو آ نہیں سکے... انھوں نے کہلا بھیجا ہے کہ وہ نہیں آ سکتے، کیونکہ ٹھیک پانچ بجے منتری جی فارم پہنچ رہے ہیں..."

"لے تو کیا ایک گھنٹہ میں واپس نہیں آ سکتا تھا... اس لڑکے نے بڑی جان جلائی ہے... ارے اُسے کیا معلوم نہیں ہے کہ میں اسی کی شادی کی تاریخ پکی کرنے جا رہی ہوں... رات بھر خوشی کے مارے سویا نہیں ہے... بار بار مجھے جگا جگا کر تاریخیں بتاتا رہا ہے کہ فلاں تاریخ طے کر لینا... فلاں تاریخ طے کر لینا... چار دن میں ہی پچاسوں چیزیں لا لا کر رکھ دی ہیں کہ رادھا ولایت سے لوٹی ہے...

اُسے فلاں چیز کی عادت ہو گی... فلاں چیز استعمال کرتی ہو گی... کل ہی نئی کار کا آرڈر دے کر آیا ہے اور آج... جبکہ میں جا رہی ہوں تو وہ صبح سے ہی غائب ہے۔"

"ماں جی... وہ بہت مصروف ہیں... منتری جی کے استقبال کی تیاریاں بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے... بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔"

"ایسے تو ذمہ داریوں کے لئے کیا راجن نہیں تھا... تمھارا بیٹا... آخر موہن کی غیر موجودگی میں راجن ہی سب کچھ سنبھالتا ہے اور کبھی ذرا سی بھی شکایت اسے راجن سے نہیں ہوئی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ماں جی... راجن میرا بیٹا ہے... میرا خون ہے... اور میں اس خاندان کا پرانا نمک خوار ہوں... راجن آپ لوگوں کے کام کو اپنا کام سمجھ کر کرتا ہے..."

"بس... تو پھر اسی پر چھوڑ کر آ جاتا سب کچھ..."

"نہیں ماں جی... اس وقت وہاں موہن بابو کی ہی موجودگی بے حد ضروری تھی..."

"ایسے تو پھر میں کس کے ساتھ جاؤں؟"

"جی... موہن بابو نے راجن کو ہی بھیج دیا... گاڑی تیار ہے... آپ جلدی سے تیار ہو جائیے..."

"چلو ٹھیک ہے... ذرا جلدی سے سامان رکھوا دو گاڑی میں... اور دیکھو نیم جی... وہ انگریزی سنگھار دان ذرا سنبھال کے رکھوانا، جو میں اپنی بہو رانی کیلئے تحفہ میں لے جا رہی ہوں۔"

"جی... اچھا..."

نیم جی چلے گئے... اور سیتا دیوی سکھیا کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"ارے تو کھڑی ٹکر ٹکر ہا میری طرف کیا دیکھ رہی ہے... جا جلدی سے سامان رکھوا گاڑی میں ___"

سکھیا جلدی سے باہر بھاگی اور سیتا دیوی جلدی جلدی اس کے پیچھے نکلتی ہوئی بولیں۔

"اور دیکھ... میں شاید دو تین روز میں لوٹوں... برسوں بعد تو میں نرملا بہو جی سے ملوں گی۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ دن بعد میں اپنی بہورانی کو دیکھوں گی... اُن سے رات رات بھر بیٹھ کر باتیں کروں گی... مراری بھیا کی دلچسپ باتیں بھی اتنے دن بعد سننے کو ملیں گی... ارے جلنے میں کیا کہہ رہی تھی؟... ہاں میں کہہ رہی تھی میں تین چار روز میں لوٹوں گی... تو ذرا گھر کا دھیان رکھنا... اور دیکھ... موہن صبح ہی اُٹھ کر دانت صاف کرتے ہی میٹھا پیتا ہے۔ اس کے میٹھے میں مکھن ڈلوا دیا کرنا... اور دیکھ اس کے کھانے میں زیادہ دیر نہ ہوا کرے۔ موہنا بھوک کے معاملے میں بہت کچا ہے... اور دیکھ موہن کا گھی الگ الماری میں رکھا ہے۔ اس میں سے دونوں وقت اس کے لیے پراٹھے بنا کریں گے..."

"جی... ہاں جی..."

"اور جلنے میں کیا کہہ رہی تھی... کم بخت خوشی میں یادداشت بھی تو خراب ہو جاتی ہے..."

"جی... ہاں جی..."

"ارے ہاں... تو یہاں کھڑی کھڑی میرا مُنہ کیا تک رہی ہے ___ جا جلدی سے سامان گاڑی میں رکھوا۔ ساڑھے تین بج گئے۔ چار بجے گاڑی جاتی ہے۔"

سکھیا بھاگتی ہوئی چلی گئی۔

"کم بخت اور جانے کیا کہنے والی تھی، بھول گئی ..." ستیا دیوی بڑبڑائیں۔ "کیا یادداشت ہے ... ہائے اب کیا ہے۔ بہو آ کر سب کچھ سنبھال ہی لے گی۔ پھر مجھے یاد رکھنے کو رہ ہی کیا جائے گا؟"

پھر وہ خوشی خوشی بڑبڑاتی ہوئی ساڑھی کا آنچل درست کرتی ہوئی ایک طرف چلی ہی تھیں، کہ منیم جی اندر آتے ہوئے نظر آئے اور وہ منیم جی کی طرف چڑھ دوڑیں ...

"ارے تم پھر آ گئے ... میرا سامان رکھوایا گاڑی میں؟ ... ساڑھے تین بج چکے ہیں۔ چار بجے گاڑی جاتی ہے۔ آخر تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟"

"وہ ... ماں جی ... سامان رکھا جا رہا ہے گاڑی میں ..."

"ارے تو تم یہاں منہ اٹھائے کیوں چلے آ رہے ہو ... میں نے کہا تھا کہ وہ انگریزی سنگاردان ذرا اپنے سامنے سنبھال کر رکھوا دینا ..."

"وہ راجن کے ہاتھ میں ہے ماں جی ... دراصل یہ خط آیا ہے ..."

"خط آیا ہے ... کس کا خط ہے؟"

"مراری بابو کا ..."

"مراری بابو کا؟" ستیا دیوی خوشی سے اچھل پڑیں "دیکھا میرے سمبندھی کو کتنی فکر ہے میری ... میں تو سمجھ رہی تھی، کہ ان کا خط آج کل میں آنے ہی والا ہوگا ... آخر میں دو روز لیٹ ہو گئی نا ... کتنے بے چین ہوں گے وہ لوگ میرے انتظار میں ..."

انھوں نے جلدی سے منیم جی کے ہاتھ سے لفافہ لے لیا۔ پھر بولیں،

"ارے تم نے یہ لفافہ مجھے کیوں دے دیا؟ ... سناؤ نا پڑھ کر ..."

"ہم ... میں نے کب دیا ہے ماں جی ... آپ نے ہی لے لیا تھا ..."

"اسے۔ تو لو نا... مجھیں تو باتیں بنانے کی عادت ہے... وقت بھی نہیں دیکھتے ساڑھے تین بج گئے ہیں۔ چار بجے گاڑی چھوٹ جائے گی..."

اور منیم جی نے لفافہ لے کر کھولا۔ اس میں سے پرچہ نکالا۔ پرچہ کی تہہ کھول کر انھوں نے ایک نظر ماں جی پر ڈالی اور پڑھنے لگے۔

"محترمہ... سیتا بہن جی... آپ کا خط ماں جی کے نام ملا تھا جس میں آپ نے موہن اور رادھا کی شادی کی تاریخ کے بارے میں لکھا تھا... تو عرض یہ کرنا ہے کہ اوّل تو اتنی جلدی میں لڑکی کی شادی کے انتظامات ہی کیسے کیے جا سکتے تھے..."

"کیا کہا؟" سیتا دیوی چونک کر بولیں "اسے شادی کے انتظام میں بھی کوئی ہل بیل لگتے ہیں... وہ بھی مراری بھیک کے لئے... کوئی گھرے پڑے گھر کے ہیں؟... اور پھر میں کوئی ان سے کسی بڑے جہیز کی مانگ کر رہی ہوں کہ انھیں دیر لگے...؟"

منیم جی ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"خیر — میں جا کر بات کر لوں گی۔ تم آگے پڑھو..."

منیم جی آگے پڑھنے لگے۔

"اوّل تو اتنی جلدی میں لڑکی کی شادی کے انتظامات کیسے کئے جا سکتے تھے؟ اس کے علاوہ... رادھا اور موہن کی سگائی بچپن میں ہوئی تھی... اس بات کو دس برس سے بھی زیادہ بیت گئے ہیں... میں تو سمجھا تھا کہ اتنے دن آپ نے انتظار نہ کیا ہوگا... موہن کی شادی ہو چکی ہوگی..."

"لے لو... یہ زبان ہے زبان... ارے زبان پر تو دیش کے دیش اِدھر سے اُدھر ہو جاتے ہیں۔ میں کیسے بھول جاتی... ہاں آگے پڑھو..."

"موہن کی شادی ہو چکی ہوگی... پر یہ خوشی کی بات ہے کہ آپ نے اپنی

بات نباہی اور آپ اور موہن اب تک رادھا کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ میں اس کے لئے آپ کا بے حد شکر گذار ہوں... ساتھ ہی مجھے افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ..."

پڑھتے پڑھتے چونک کر منیم جی رک گئے اور سیتا دیوی کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بولیں۔

"ہائے رام... ارے آگے پڑھونا... رُک کیوں گئے؟"

منیم جی نے سیتا دیوی کے چہرہ پہ نظر ڈالی اور رک رک کر پڑھنے لگے۔

"مجھے افسوس کے ساتھ... لکھنا پڑ رہا ہے کہ... رادھا اس رشتہ کے لئے رضامند نہیں ہے..."

"کیا...؟"

سیتا دیوی آنکھیں پھاڑ کر بولیں۔

"ذرا پھر سے تو پڑھو... لیکن تم غلط تو نہیں پڑھ رہے...؟"

"نہیں ماں جی... یہی لکھا ہے... لکھا ہے... رادھا اِس رشتہ کے لئے رضامند نہیں ہے... آپ تو جانتی ہی ہیں کہ رادھا کی پرورش اور تعلیم و تربیت انگلینڈ کے ماحول میں ہوئی ہے... اس کے خیال میں ایسے ماحول کی پروردہ لڑکی ایک کسان کے ساتھ شادی کر کے نہ خود خوش رہ سکتی ہے اور نہ شوہر کو ہی خوش رکھ سکتی ہے..."

سیتا دیوی کی آنکھیں اس طرح پھیلی رہ گئیں جیسے انھیں سکتہ ہو گیا ہو... پتلیاں ایک جگہ ٹھہری ہوئی تھیں اور پلکیں بھی غیر متحرک تھیں.... منیم جی باقی خط پڑھتے رہے...

"اور بہن جی... شادی بیاہ کے رشتے ایسے ہوتے ہیں جن میں ذرا سی بھی

بھول چوک ہو جائے تو لڑکے لڑکی کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے... اس لئے بزرگوں کو اس سلسلہ میں انتہائی محتاط ہو کر کوئی قدم اٹھانا چاہیئے... مجھے امید ہے کہ آپ حالات کو سمجھتے ہوئے میری مجبوریوں کو مدنظر رکھ کر مجھے معاف فرمائیں گی اور اس رشتہ کے ٹوٹنے سے ہمارے خاندانی تعلقات پر کوئی اثر نہ پڑے گا... ماں جی آپ کو دعا کہتی ہیں۔ میری طرف سے موہن کو دعا کہیئے گا.... آپ کا مراری لال...."

خط ختم کر کے منیم جی نے سیتا دیوی کی طرف دیکھا تو بے ساختہ چونک پڑے۔

"مالکن....!"

عین اسی وقت سکھیا بھاگتی ہوئی آئی اور بولی۔

"ماں جی... جلدی چلیئے... سارا سامان گاڑی میں رکھ دیا گیا ہے... اور موہن بابو بھی وقت نکال کر آپ کو اسٹیشن پہنچانے آگئے ہیں کیونکہ منتری جی کے آنے میں کچھ دیر تھی..."

لیکن سیتا دیوی نے کوئی جواب نہیں دیا... وہ چند لمحے تک یوں ہی کھڑی رہیں۔ پھر اس طرح لہرائیں جیسے کھڑی کھڑی سو گئی ہوں۔ اور پھر — ! وہ کسی بے سہارا ستون کی طرح دھڑام سے فرش پر آ گریں —

"مالکن — !" سکھیا حلق پھاڑ کر چلائی۔

"مالکن....!" منیم جی بھی چلائے۔

اور پھر سارے گھر میں ایک کہرام سا مچ گیا —

سکھیا زور زور سے پکار رہی تھی —

"موہن بابو — موہن بابو... جلدی آیئے... جلدی آیئے... دیکھیئے تو ماں جی کو کیا ہو گیا..."

سات

رادھا کی کار سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور راستہ میں ملنے والی گاڑیوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی آگے نکلی چلی جا رہی تھی اور وہ اتنے اطمینان سے سٹیرنگ پر بیٹھی تھی جیسے وہ شہر میں نہیں کسی ویرانہ میں گاڑی دوڑا رہی ہو۔

اچانک ایک تیز رفتار گاڑی پیچھے سے آئی اور بغیر ہارن بجائے ہوئے تیزی سے رادھا کی گاڑی کے برابر سے گذر گئی۔ ایک لمحہ کے لئے رادھا کا ہاتھ ڈگمگایا اور ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا... رادھا کے ہونٹ مضبوطی سے بھنچ گئے اور وہ نتھنے پھلا کر غرائی۔

"ایڈیٹ... نان سنس..."

اور پھر اس نے ایکسی لیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا اور اس کی گاڑی جیسے ہوا میں اڑنے لگی... اس وقت اس کا دماغ بھنا گیا تھا اور اس نے ایکسیڈنٹ کے تمام اندیشے بھی بالائے طاق رکھ دیئے تھے اور اس کی قہر آلود نظریں اس چھوٹی سی سرخ رنگ کی سپورٹ کار پر جمی ہوئی تھیں جو ابھی ابھی اس کے برابر سے گذری تھی۔

پھر تھوڑی دیر بعد ہی اس کی گاڑی سپورٹ کار کے قریب پہنچ گئی.... اس نے سائڈ لے کر گاڑی آگے نکالنا چاہی لیکن اچانک اسپورٹ کار نے رخ بدل کر راستہ گھیر لیا... اگر فوری طور پر رادھا اپنی گاڑی کی رفتار کم نہ کرتی تو ایکسیڈنٹ لازمی تھا... کار نے ایک گہرا جھکولا لیا اور رادھا زور سے چیخ پڑی۔

"ایڈیٹ... نان سنس..."

سپورٹ کار اب سڑک کے بالکل درمیان میں دوڑ رہی تھی اور اس کی رفتار... خدا کی پناہ... مگر رادھا اس سے شکست ماننے کیلئے تیار نہ تھی... اس نے ایک بار پھر کار کی رفتار بڑھانا شروع کی... سڑک اب نسبتاً صاف تھی... اس لئے اب ایکسیڈنٹ کا خطرہ بھی کم تھا... لیکن اب گاڑی کی رفتار اتنی تیز تھی کہ ذرا سی لغزش بھی گاڑی کا توازن بگاڑ کر رادھا کو کہیں سے کہیں پہنچا سکتی تھی...

تھوڑی دیر بعد رادھا نے پھر سپورٹ کار سے اپنی گاڑی نکالنے کی کوشش کی اور اس بار سپورٹ کار نے راستہ نہیں روکا اور جب رادھا کی گاڑی سپورٹ کار کے برابر دوڑنے لگی تو رادھا نے چیخ کر کہا۔

"کیا تم اندھے اور بہرے ہو؟"

سپورٹ کار والے نوجوان نے ایک ہاتھ سے آنکھوں پر سے چشمہ اوپر سرکایا اور بولا۔

"اندھے اور بہرے ہی تیز رفتار ہو سکتے ہیں میم صاحب..."

"ابھی ایکسیڈنٹ ہو جاتا تو کیا ہوتا؟"

"جہاں آپ کو کچھ عرصہ بعد جانا ہے وہاں آج ہی پہنچ جاتیں..."

"تم احمق ہی نہیں، پاگل بھی معلوم ہوتے ہو!!"

"پاگل ہونا آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے میم صاحب... کیونکہ آج کی دنیا کا ہر آدمی پاگل ہے... اور یہ پاگلپن ہی ہماری تیز رفتاری کی دلیل ہے... اگر میں آپ سے زیادہ پاگل نہ ہوتا تو آپ سے آگے کیسے نکلتا..."

"تمہارا مطلب ہے میں پاگل ہوں؟"

"ہوشمند اتنی تیز گاڑی نہیں چلاتے ... وہ سکون اور اعتدال پسند ہوتے ہیں ___"

"یو۔شٹ اپ" رادھا زور سے چیخ پڑی۔

اور نوجوان نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور یہ قہقہہ [illegible] چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، "تم مجھ سے بڑی پاگل ہو۔ تم مجھ سے بڑی [illegible] ہو"

کتنی تضحیک اور اہانت تھی [illegible] اس قہقہہ میں۔ رادھا کا دماغ جیسے بھک سے اڑ گیا اور اس نے [illegible] مضبوطی سے ہونٹ بھینچ کر ایکسی لیٹر پہ پیر کا پورا دباؤ ڈال دیا۔

چند لمحے بعد ہی وہ سپورٹ کار سے آگے گاڑی دوڑا رہی تھی اور اس کے کانوں میں اب بھی نوجوان کا وہ تضحیک آمیز قہقہہ گونج رہا تھا ___ اس کا دل تو چاہا کہ گاڑی روک کر اس قہقہہ کا جواب دے دے۔ پھر اس نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور ہونٹ بھینچ کر بڑبڑائی۔

"او ___ نان سنس ... میرے پاس وقت نہیں ہے ورنہ تم سے سمجھتی"

پھر اس نے عقب نما آئینہ میں دیکھا۔ سپورٹ کار اس کے پیچھے ہی پیچھے چلی آ رہی تھی ... رادھا ہونٹ بھینچے بیٹھی رہی ... اور گاڑی ہوا سے باتیں کرتی رہی ... وہ محسوس کر رہی تھی کہ سپورٹ کار پھر آگے نکلنے کا موقع تلاش کر رہی ہے لیکن رادھا نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ اسے آگے نہیں نکلنے دے گی!!

اس کی توقع کے مطابق پھر سپورٹ کار اچانک تیزی سے قریب آتی چلی گئی اور پھر ___ رادھا نے اس کا راستہ گھیرنے کی کوشش بھی کی مگر سپورٹ کار اس طرح چڑھی چلی آتی جیسے ٹکرا کر ہی دم لے گی ... اور رادھا نے گھبرا کر گاڑی بچائی ... اور بچانے کی کوشش ہی میں گاڑی سڑک سے اتر گئی ... وہ [illegible]

خیریت یہ ہوئی کہ اس طرف نشیب بھی ہموار تھا۔ میدان میں دُور تک
رادھا کی گاڑی ... رتی چلی گئی اور پھر رادھا کے حواس قابو میں آئے، تو
اس نے پھرتی سے بریک لگائے۔ جھلا کر سڑک کی طرف دیکھا تو سپورٹ کار
دور جاتی نظر آ رہی تھی۔ نوجوان ہاتھ لٹکائے ہوئے اسے چرنج دکھا رہا تھا۔
رادھا نے چیخ کر کہا۔
"ایڈیٹ ... لوفر ... لفنگا ..."
پھر اس نے جھنجھلا کر گاڑی سٹارٹ کر دی، اور سڑک کی طرف رخ گھما کر
تیز دوڑانے لگی۔

اُن سب کی نگاہیں سڑک کی طرف جمی ہوئی تھیں اور وُہ لوگ اس
طرح چُپ چاپ تھے جیسے کسی سسپنس میں مبتلا ہوں ... کچھ دیر بعد ونود نے
کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور اکتائے ہوئے لہجہ میں بولا۔
"میرا خیال ہے مس رادھا اب واپس نہیں آئیں گی ..."
"میرا خیال بھی یہی ہے" سرلا ونود کے قریب کھسکتی ہوئی بولی "آگہا ہیں
تو اب تک آجاتیں ..."
"بالکل ..." ریحانہ نے آنکھیں دائرہ کی شکل میں نچا کر کہا "وہ تو
ڈی لکس ہیں ڈی لکس ... بھلا اتنی دیر کیسے لگ سکتی تھی ..."
"میں تو پہلے ہی سمجھ رہی تھی، کہ پھلوں کی باسکٹ بھول آنے کا تو
صرف بہانہ ہے" سرلا نے ایک خاص مسکراہٹ کے ساتھ ونود کی طرف دیکھ کر
کہا "وہ دراصل کٹ جانا ہی چاہتی تھیں۔"

"بھلا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"اس کی وجہ؟" سرلا کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ "وجہ دراصل یہ ہے کہ مس رادھا کو میرا اور آپ کا اتنا قریب آنا پسند نہیں ہے۔"

ونود نے ایک کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ اور اس کے قہقہہ کے ساتھ ہی ریحانہ کامنی اور بملا بھی اسی رفتار سے ہنس پڑیں، جیسے وہ سرلا کے اس خیال کا مذاق اڑا رہی ہوں ... ان کے قہقہوں میں کہیں کہیں ایک اچٹتی سی جلن اور حسد کی جھلک بھی ملتی تھی۔ سرلا کے چہرہ پہ اندرونی غصّہ کے آثار نظر آئے ... مگر وہ ایک موقع شناس لڑکی تھی اس لیئے غصّہ کا اظہار کر کے وہ دوسروں کا نشانہ نہ بننا چاہتی تھی۔ اس لیے مصلحتاً چند سیکنڈ رُک کر خود اس نے قہقہوں میں شمولیت ہی مناسب سمجھی ... پھر قہقہہ کے اختتام پہ سرلا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"اُف فوہ ... آخر ہم لوگ کب تک ان کا انتظار کرتے رہیں گے؟"

"اور کیا ... پکنک کا سارا موڈ چوپٹ ہوا جا رہا ہے۔"

"میرا تو خیال ہے ہمیں چل دینا چاہیئے ... انہیں آنا ہو گا تو پکنک پوائینٹ تو ان کے علم میں ہے ہی ..."

"بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ وہ ہرگز نہیں آئیں گی۔"

"یہ ناممکن ہے ..." مدن نے گھڑی پہ نظر ڈال کر کہا "مس رادھا یہ موقع ہرگز نہیں چھوڑ سکتیں ... مجھے تو ایسی دلچسپیوں سے عشق ہے ..."

"آہاہ ..." کامنی چہک کر بولی "یہ بھی امیدواروں میں نظر آتے ہیں۔"

وہ لوگ ہنس پڑے اور مدن بھی مسکرا کر رہ گیا ...

"چلو بھئی ... ہم لوگ چلتے ہیں۔" ونود نے اکتا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں چلی دینا چاہیئے۔" سرلا نے سب سے پہلے حمایت کی۔

دوسری لڑکیوں نے جلدی جلدی ان کی تائید کی۔ مگر کمل، راجیش اور مدن کے چہروں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لوگ رادھا کا انتظار کرنا چاہتے ہیں۔ مدن نے صاف طور پہ اعلان کر دیا۔

"آپ لوگ جانا چاہیں تو چلے جایئے... میں مس رادھا کے انتظار میں یہیں ٹھہرا جاتا ہوں۔"

اچانک دور سے رادھا کی گاڑی نظر آئی اور وہ لوگ چونک پڑے۔

"وہ آ رہی ہے مس رادھا کی گاڑی!" مدن جلدی سے بولا۔

"لیجئے... سب سے زیادہ خوشی مسٹر مدن کو ہو رہی ہے۔" سرلا نے قہقہہ لگا کر کہا۔

وہ لوگ پھر ہنس پڑے۔

کچھ دیر بعد رادھا کی گاڑی ایک دھچکے کے ساتھ ان لوگوں کے قریب آ رکی اور وہ لوگ دوڑ کر رادھا کی گاڑی کو گھیر کر کھڑے ہو گئے۔

"اتنی دیر کیوں کر دی مس رادھا؟"

"ہم تو ڈر رہے تھے کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو..." ونود مسکرا کر بولا۔

"حادثہ تو نہیں ہوا۔ البتہ ایک سرپھرے سے مقابلہ ضرور ہو گیا تھا۔"

"مقابلہ... کیسا مقابلہ...؟"

"جانے دیجئے ونود بابو... یاد آتا ہے تو خون کھول اٹھتا ہے.... اس وقت اگر کہیں مل جائے تو کچا چبا جاؤں... اگر آپ لوگوں کے انتظار میں بور ہونے کا خیال نہ ہوتا تو اسے ضرور مزا دیتی..."

پھر اس نے کھڑکی کھولی اور مسکرا کر بولی۔
"آئیے... بیٹھیے..."
ونود اس کے برابر بیٹھ گیا۔ سرلا نے ایک لمبی سانس لی اور مڑ کر اپنی گاڑی کی طرف چل دی... مدن نے رادھا اور ونود پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور وہ بھی سرلا کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔
"میں نہ کہتا تھا مس رادھا ضرور آئیں گی..."
"مگر آپ کو کیا فائدہ ہوا ان کے آنے سے..." سرلا مسکرا کر کھڑکی کھول کر بیٹھتی ہوئی بولی۔
"نقصان تو آپ کا ہی ہوا..." مدن اس کے برابر بیٹھتا ہوا مسکرا کر بولا۔
پھر چاروں گاڑیوں کا قافلہ سڑک پر دوڑنے لگا۔
گاڑیوں کی دور ہوتی ہوئی آواز سن کر شیلا چونکی اور جلدی سے پتھر پر سے اٹھ کر کتاب بند کرتی ہوئی وہ سڑک پر آئی۔ مگر گاڑیاں تو بہت دور نظر آ رہی تھیں۔ شیلا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سڑک کے کنارے آ گئی اور ان گاڑیوں کو جاتے ہوئے چپ چاپ دیکھتی رہی... اس کی آنکھوں میں ہلکی سی حیرت بھی تھی اور بے چارگی بھی...
پھر اس نے نظریں گھما کر سڑک کے کنارے لگے ہوئے سنگ میل کو دیکھا.... اس پر لکھا تھا۔ شہر دس میل... ایور گرین پوائنٹ بیس میل... اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی... اس کی آنکھوں میں گہری کشمکش اور فکرمندی کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔
تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے کتاب کو ٹھیک سے ہاتھ میں پکڑا اور ساڑھی کا آنچل درست کر کے وہ اطمینان سے شہر کی طرف چلنے لگی۔

اس کی رفتار میں بڑا سکون اور خود اعتمادی تھی۔ اور رفتہ رفتہ چہرہ پر سے پریشانی اور فکر مندی کے آثار بھی غائب ہوتے جا رہے تھے۔۔۔

ابھی وہ تھوڑا ہی دور چلی ہو گی، کہ اچانک شہر کی سمت سے آتی ہوئی ایک سپورٹ کار اُسے نظر آئی اور وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ سپورٹ کار شہر کی مخالف سمت میں جا رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ کیوں نہ وہ یہ گاڑی رکوا کر لفٹ مانگ لے۔۔۔ ریور گرین پوائنٹ تک تو وہ پہنچ سکتی ہے۔ اگر کار والے نے اسے گرین پوائنٹ تک جانے والے راستہ کے موڑ تک بھی اُسے لفٹ دے دی۔۔۔ موڑ سے زیادہ سے زیادہ ایک میل رہ جاتا ہے ریور گرین پوائنٹ۔

ابھی وہ اسی کشمکش میں کھڑی تھی کہ سپورٹ کار اس کے برابر سے گذر گئی اور وہ فیصلہ بھی نہ کر پائی کہ اُسے روکے یا نہ روکے۔ حالانکہ اس نے دیکھا اسی انداز میں تھا جیسے وہ کار رکوانا چاہتی ہو۔

پھر اچانک کار کچھ دور تک جا کر رک گئی۔۔۔ پھر وہ ریورس ہو کر شیلا کے بالکل قریب آ کر رک گئی اور شیلا سکون سے کھڑی رہی۔۔۔ کار میں ایک نوجوان تھا جس کے جسم پر بڑا بھڑکدار لباس تھا اور آنکھوں پر کالا چشمہ۔۔۔"

اس سے قبل کہ شیلا کچھ بولتی نوجوان نے چشمہ اوپر سرکایا اور مسکرا کر بولا۔

"میرا خیال ہے آپ میری گاڑی رکوانا چاہتی تھیں!!"

"جی ہاں۔۔۔ شیلا نے مسکرا کر پُرسکون لہجہ میں کہا" مگر میرے ذہن میں کشمکش بھی تھی۔۔۔ تعجب ہے آپ نے اتنی تیزی سے گذرتے ہوئے بھی اندازہ لگا لیا۔۔۔"

"بیٹھئے۔۔۔" نوجوان کھڑکی کھولتے ہوئے بولا" حالانکہ میں شہر نہیں

جارہا... مگر آپ کہیں گی تو آپ کو شہر پہنچا دوں گا... کیونکہ شہر یہاں سے دس میل ہے... اور اِدھر سے آپ کو کوئی ایسی سواری نہیں مل سکتی۔ جس سے آپ شہر پہنچ سکیں... اور دس میل تک آپ پیدل چل نہیں سکتیں۔"

"شکریہ!"

شیلا نوجوان کے برابر بیٹھ کر کھڑکی بند کرتی ہوئی بولی۔

"آپ کو دوسروں کی پریشانی کا خیال ہے مگر میں آپ کو پریشان نہیں کروں گی... آپ مجھے ایور گرین پوائنٹ کے موڑ پر چھوڑ دیجیے گا۔"

"تو آپ ایور گرین پوائنٹ جا رہی تھیں؟"

"جی ہاں... ایک پکنک پارٹی کے ساتھ جا رہی تھی... یہاں رک کر ہم لوگ ایک دوست کا انتظار کر رہے تھے۔ میں اُدھر نشیب میں کتاب پڑھنے بیٹھ گئی اور وہ لوگ مجھے بھول کر چھوڑ گئے..."

"تعجب ہے اپنی ایک ساتھی کو بھول گئے۔"

"تعجب کی بات نہیں... کیونکہ میں اس قسم کی سرگرمیوں میں کم حصہ لیتی ہوں... آج بھی اپنی دو تین سہیلیوں کے اصرار پر چلی آئی تھی۔"

نوجوان نے کار بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ایسی کونسی کتاب ہے جس میں آپ اتنی محو ہو گئی تھیں؟"

"کورس کی کتاب ہے۔"

"ہائیں... آپ کورس کی کتاب بھی اتنی دلچسپی اور انہماک سے پڑھتی ہیں؟" نوجوان نے حیرت سے پوچھا۔

"کیوں؟... اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"آپ سٹوڈنٹ ہیں؟"

"نہیں... میں مقامی یونیورسٹی میں لیکچرار لگی ہوں، اسی سال —— آکسفورڈ سے ڈاکٹریٹ کرکے لوٹی ہوں —— "

"بہت خوب... کونسے شعبہ میں ہیں؟"

"شعبۂ نفسیات میں... میرا نام شیلا ہے۔"

"مجھے راج کہتے ہیں۔"

نوجوان نے گاڑی دوڑاتے ہوئے کہا:

"مگر آپ تفریح کے لئے نکلی تھیں... پھر یہ کتاب، ساتھ میں لانے کی کیا ضرورت تھی...؟"

"دراصل آج شام کو ہی مجھے سپیشل کلاس لینی ہے... اس کی تیاری بھی ضروری تھی، ... دوسری طرف سرلا اور کامنی نے مجھے بے حد مجبور کر دیا کہ میں اس پکنک میں ان کا ساتھ دوں۔ ان کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتی تھی، اس لئے ساتھ آنا پڑا۔ سوچا وہیں سٹڈی بھی کر لوں گی۔"

"بہت خوب۔" نوجوان مسکرا کر رہ گیا۔

سپورٹس کار سڑک پر فرّاٹے بھرتی رہی... اور شیلا نے پھر کتاب کھول کر زانو پر رکھ لی اور بڑے انہماک سے پڑھنے لگی... اس کے چہرہ پر اتنا ہی اطمینان تھا جیسے وہ اپنے ہی گھر کے سٹڈی روم میں بیٹھی پڑھ رہی ہو۔ کسی اجنبی کے ساتھ گاڑی میں کسی سنسان مقام پر نہ ہو... اس کے جسم پر ایک ہلکے رنگ کی ساڑھی اور ہلکے رنگ کا سادہ سا سوئٹر تھا اور ساڑھی کا آنچل قرینے سے سر پر رکھا ہوا تھا جیسے اس نے کانوں میں اس لئے پھنسا لیا تھا کہ ہوا سے اُڑ نہ جائے... اور کتاب پڑھتے ہوئے اس کے چہرہ پر انہماک کے ساتھ ہی ایک خاص قسم کا وقار اور سادگی بھی نظر آ رہی تھی۔

ایک دو مرتبہ غور سے راج نے شیلا کا چہرہ دیکھا، اور پھر سامنے ہی دیکھتا رہا... کار برق رفتاری سے دوڑتی رہی۔

ایورگرین پوائنٹ پر قہقہوں اور اودھم دھاڑ سے ایک قیامت سی برپا تھی... کسی طرف زور زور سے ٹرانزسٹر بجایا جا رہا تھا۔ انگریزی موسیقی کی دھن پر ٹوسٹ کا مظاہرہ ہو رہا تھا... ایک طرف مدن کھڑا ہوا اپنا مچھلی پکڑنے کا کانٹا اور ڈور سنبھال رہا تھا... ونود اور رادھا ٹوسٹ کی دھن پر تالیاں بجا رہے تھے... سرلا اور کامنی اور راجیش اور کمل ٹوسٹ کر رہے تھے۔ رادھا کے پاؤں بھی اپنی جگہ تھرک رہے تھے... اس کے جسم پر گورے سرخ رنگ کا لباس تھا جس کا بالائی حصہ خاصا کھلا ہوا تھا... اور تالیاں بجاتے بجاتے اس کا شانہ کافی کھل گیا تھا... ونود بار بار تالیاں بجاتے بجاتے قہقہہ لگاتا اور رادھا کے کھلے ہوئے شانے پر جان بوجھ کر ہاتھ رکھ دیتا... رادھا قہقہوں میں اتنی مست تھی کہ اس نے ونود کی اس حرکت کی طرف دھیان ہی نہ دیا... ونود جب بھی اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا، وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر قہقہہ لگاتی ہوئی جھول جاتی... اور ونود اس کا شانہ کس کر دبا لیتا... "

اچانک قہقہوں کے درمیان ہی رادھا کے کان کے قریب ایک اجنبی مگر پہچانی ہوئی آواز گونجی۔

"اے میم صاحب... اپنا کندھا ڈھکیے..."

پہلی بار تو رادھا نے اس آواز کی طرف دھیان نہ دیا۔ مگر دوسری بار جب پھر یہی آواز چپکے سے سرگوشی بن کر اس کے کان سے ٹکرائی۔۔۔

"میم صاحب... اپنا کندھا ڈھکیئے..."

تو رادھا نے چونک کر اپنا کھلا ہوا شانہ دیکھا... اس وقت ونود نے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ رادھا نے کندھا ڈھک لیا اور پھر آواز کی سمت دیکھا۔

اور پھر ــــ!

دوسرے ہی لمحہ اس کا سارا جسم غصّہ سے سنسنا گیا... یہ تو وہی اجنبی تھا جس نے اس کی کار سے دوڑ لگائی تھی۔ اجنبی اب بڑے بے تکلف انداز میں تالیاں بجا بجا کر قہقہے لگا رہا تھا... رادھا پھرتی سے پیچھے ہٹ کر بھیڑ سے نکل آئی... غصّہ سے اس کی آنکھیں گرم گرم سی ہو گئیں اور نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

رادھا کے ساتھ ہی ونود بھی پیچھے کھسک آیا.... رادھا کا چہرہ دیکھ کر اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے... کیا ہوا مِس رادھا؟"

"میں پوچھتی ہوں... یہ ایڈیٹ کون ہے؟" رادھا نے اجنبی کی طرف اشارہ کر کے غصّہ سے پوچھا۔

"یہ ــــ!" ونود نے اجنبی کو غور سے دیکھ کر کہا "مجھے نہیں معلوم... ابھی ابھی میں نے اُسے شیلا کے ساتھ سڑک پر سے آتے دیکھا تھا ــــ"

"شیلا کون؟"

"مرلا اور کامنی کی سہیلی ہے... ارے وہ بھی تو آپ کے ساتھ آکسفورڈ میں پڑھ چکی ہے... پچھلے سال ہی ڈاکٹریٹ کر کے لوٹی ہے انگلینڈ سے..."

"میرے ساتھ... میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا"

"تعجب ہے... وہ تو آپ کو بہت اچھی طرح جانتی ہے..."

"اونہہ ــــ! ہوگا ــــ میں تو اس ایڈیٹ کے متعلق پوچھ رہی ہوں" رادھا

نے گردن جھٹک کر کہا۔

"اس نے کوئی بدتمیزی کی ہے آپ سے؟"

رادھا نے ونود کو کار کی دوڑ کا واقعہ بتایا۔ ونود ہنس کر بولا۔

"بہت خوب... بڑا زندہ دل معلوم ہوتا ہے۔"

"ہائیں... اس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے اور آپ کو اس پر ذرا سا بھی غصہ نہیں؟"

"ارے... اس میں غصہ کرنے کی کیا بات ہے؟"

ونود نے حیرت سے کہا۔

"اس روز کمل نے ڈانس کرتے ہوئے نشہ کی جھونک میں سرلا کا بوسہ لے لیا تھا... سرلا نے اسی وقت اس سے کچھ نہیں کہا... مگر مجھے بتا کر کمل سے جھگڑا کرنے پر اکسا رہی تھی... بھئی، یہ تو آپ لوگوں کے آپس کے معاملات ہیں، میں ان میں دخل دے کر کیوں کسی سے جھگڑا مول لوں؟... میرے تعلقات تو سب سے ہی اچھے ہیں..."

رادھا حیرت سے ونود کی طرف دیکھتی رہ گئی... دوسرے ہی لمحہ وہ گردن جھٹک کر ونود کے پاس سے ہٹ گئی۔

ونود اس کے پیچھے چلتا ہوا بولا۔

"لیکن ایک بات ہے... یہ اچھا ہوا کہ آپ کو کسی پر غصہ تو آگیا۔ آپ غصہ میں سرلا اور کامنی سے کہیں زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔"

"شٹ اپ" رادھا نے جھنّا کر کہا۔

ونود ہنسنے لگا اور رادھا تیز تیز چلتی ہوئی ایک درخت کی طرف چلی گئی۔ جانے کیوں اس وقت اسے اپنے اوپر بھی غصہ آرہا تھا اور ونود پر تو غصہ تھا ہی...

اُسی وقت ریحانہ اس کی طرف دوڑتی ہوئی آئی۔

"ارے مس رادھا... آپ یہاں اکیلی کیوں کھڑی ہیں؟"

"کچھ نہیں" رادھا نے گردن جھٹک کر کہا

"ارے آپ کا موڈ تو خراب معلوم ہوتا ہے... کیا ونود سے جھگڑا ہو گیا"

"ونود... ہونہہ!... ایک دم بے حس آدمی ہے"

رادھا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"میں ایک مہینہ سے اسے ٹٹول رہی تھی... آج اس کا بھرم کھل گیا..."

"کیوں... ایک مہینہ سے کیوں ٹٹول رہی تھیں؟"

"شادی کے لیے... ڈیڈی اور گرانڈ ممی کی ضد ہے کہ میں اب شادی کر لوں... میں نے سوچا تھا کہ ونود کمل اور راجیش سے اچھا جیون ساتھی ثابت ہو سکتا ہے مگر...

"NOW I HATE HIM........."

"ونود اور شادی..."

ریحانہ نے ایک طویل قہقہہ لگایا اور بولی۔

"ارے وہ تو شادی واری کا قائل ہی نہیں ہے... جانتی ہو اس کی عمر کتنی ہے؟... تیس اور دو بتیس برس... اور اب بھی اسی لیے تیس بائیس کا نظر آتا ہے کہ وہ بندھنوں کو پسند ہی نہیں کرتا... وہ دیکھو... تم نے اس سے بگاڑ لیا تو اس کے چہرہ پر ذرہ برابر بھی ملال نہ نظر آئے گا... اب دیکھ لو... وہ سرلا کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔ اور یقین مانو... وہ تمھاری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"ارے تو اس کی طرف ہی کون دیکھتا ہے؟" رادھا نے گردن جھٹک کر کہا۔

"بس... تو اپنا موڈ درست کر لو"

"یہ شیلا کے ساتھ جو اجنبی آیا ہے، یہ کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی... پہلی بار دیکھا ہے میں نے بھی.... مگر ہے بڑا
سمارٹ...."

"سمارٹ... ہونہہ!... اسے سمارٹ نس کا مزہ چکھاتا ہے..."

"کیوں —؟"

"بس چکھاتا ہے۔ دیکھتی رہو..."

پھر وہ ریحانہ سے کچھ کھسر پھسر کرنے لگی۔

اور پھر —!

دونوں نے تالیاں بجا کر ایک طویل قہقہہ لگایا پھر وہ لوگ بھی اسی
کی طرف چلی آئیں... رادھا نے ریحانہ کو اشارہ کر دیا اور خود بھیڑ میں
مل کر تالیاں بجانے لگی... اب وہ اجنبی نوجوان کے بالکل سامنے تھی....
نہ چپکے چپکے اجنبی کے پیچھے گئی اور اس کی ٹانگوں کے پاس آڑھی آڑھی
جھک کر بیٹھ گئی۔ کسی نے اس کی طرف دھیان بھی نہ دیا۔

ناچتے ناچتے رادھا نے چیخ کر کہا۔

"ٹھہرو... ٹھہرو... ٹھہرو...."

اور اچانک رقص اور تالیاں رک گئیں — رادھا نے سب کی طرف
اور مسکرا کر بولی۔

"اب میں آپ لوگوں کو آج کا سب سے دلچسپ آئیٹم دکھاتی ہوں..."

بات پوری کرتے کرتے اچانک رادھا بڑی پھرتی سے اجنبی کی طرف
اور اجنبی کے سینہ پر دونوں ہاتھ مار کر زور سے دھکا دینا چاہا — مگر
— خدا کی پناہ! — آدمی تھا یا چٹان... وہ بڑی پھرتی سے پیچھے کو
اچھلا اور ریحانہ کو پھاند کر پیچھے جا کھڑا ہوا مگر رادھا نے جو زور اجنبی کو

دھکا مارنے میں لگانا چاہا تھا اُسی زور میں وہ خود ہی آگے کی طرف آ گئی۔ اور اس کی دونوں ٹانگیں ریحانہ سے ٹکرا گئیں۔ اور پھر ــــ!

اگر اجنبی نے رادھا کو بغلوں میں ہاتھ ڈال کر نہ سنبھالا ہوتا تو رادھا کے یا تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زخمی ہو جاتیں، یا پھر چہرہ کا بھرتہ بن جاتا۔ رادھا کے ساتھ کئی سریلی چیخیں بھی گونجیں۔ اور ریحانہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی... اجنبی نے رادھا کو کھڑا کیا اور پھر ــــ بڑی پھرتی سے وہ بھیڑ میں سے نکل گیا...

ونو نے تالی بجا کر قہقہہ لگایا اور بولا۔

"بھئی واہ... بڑا دلچسپ آئیٹم تھا ــــ"

اس کے ساتھ ہی سب لوگ ہنس پڑے اور رادھا بھنّا کر رہ گئی ــــ اس وقت کی شکست نے اس کی کھوپڑی تک ہلا کر رکھ دی تھی۔

وہ بڑی پھرتی سے بھیڑ سے نکل آئی۔ مگر کسی نے رادھا کی طرف دھیان بھی نہ دیا... وہ لوگ قہقہے لگاتے رہے... رادھا اِدھر اُدھر بے چینی سے اجنبی کو تلاش کر رہی تھی۔ اس وقت وہ مل جاتا تو اس کا منہ نوچ کر رکھ دیتی۔ اجنبی کی بجائے اُسے ایک جگہ شیلا نظر آ گئی... اور رادھا پاگلوں کی طرح شیلا پر ہی چڑھ دوڑی۔

"کہاں گیا وہ کمینہ...؟"

"کون؟" شیلا نے حیرت سے پوچھا۔

"وہی... جو تمہارے ساتھ آیا تھا ــــ؟"

"اوہ ــــ راج بابو ــــ" شیلا مسکرائی۔

"آج میں اُسے راج کا مزدور بنا دوں گی۔"

"بہت غصہ میں معلوم ہوتی ہو۔" شیلا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔
"یو شٹ اپ۔" رادھا بولی۔ "وہ تمہارے ساتھ آیا تھا... بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"میں یہاں ہوں —"

اچانک راج کی آواز اس درخت پر سے سنائی دی، جس کے نیچے شیلا بیٹھی تھی اور رادھا چونک کر اوپر دیکھنے لگی۔
راج بڑے اطمینان سے ایک گدے پر ٹانگیں پھیلائے ہوئے بیٹھا چیونگ گم چبا رہا تھا۔ پھر اس نے ایک چیونگ گم رادھا کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔
"لیجئے... آپ بھی کھائیے... چیونگ گم کھانے سے غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔"
"یو شٹ اپ... نان سنس... تم نیچے اتر کر آؤ..."
"پھر آپ کیا کریں گی؟"
"نیچے آؤ تو بتاؤں کہ کیا کروں گی۔"
"پہلے آپ اپنا کندھا ڈھکیئے۔"
"شٹ اپ..."

رادھا نے غصہ سے کندھا جھٹک کر اور زیادہ کھول لیا اور اجنبی نے جلدی سے کہا۔
"او... مائی گاڈ... اب تو آپ کی جگہ مجھے شرم آنے لگی۔"
پھر وہ گدے پر سے کود پڑا۔ اور دونوں ہاتھ جھاڑ کر اس نے ایک چٹکی سے رادھا کا کندھا ڈھک دیا۔ ر... دوسرے ہی لمحہ رادھا نے اپنا ہاتھ گھما دیا... مگر چانٹا راج کے گال پر پڑنے کی بجائے رادھا کی کلائی راج کے ہاتھ میں آگئی... اس نے رادھا کی طرف جھک کر مسکرا کر کہا۔

"اتنے نازک ہاتھ فولادی چٹانوں پر نہیں مارا کرتے۔"
رادھا نے دوسرا ہاتھ چلایا۔

مگر اس کا دوسرا ہاتھ راج کے ہاتھ کی گرفت میں آ گیا، اور رادھا کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کی دونوں کلائیاں شکنجے میں کس دی گئی ہوں... راج نے رادھا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور سنجیدگی سے کہا۔

"کہو تو توڑ ڈالوں دونوں کلائیاں؟"

رادھا ایک دم کپکپا گئی۔ اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی پاگل کے پھندہ میں پھنس گئی ہو... دفعتاً شیلا ان دونوں کے نزدیک آ گئی اور بولی۔

"کیا کر رہے ہیں راج بابو... چھوڑ دیجیے۔"

راج نے شیلا کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"آپ کہتی ہیں تو چھوڑے دیتا ہوں۔"

پھر اس نے رادھا کی کلائیاں چھوڑ دیں اور رادھا تنتنا کر بولی۔

"اچھی بات ہے... دیکھوں گی تمہیں۔"

"چشمہ لگا کر دیکھنا ــ"

راج مسکرا کر بولا ــ

"سنا ہے یورپ میں بڑی تیز روشنی ہوتی ہے... آنکھیں چندھیا کر رکھ دیتی ہے... یہ یورپ کی چندھیائی ہوئی آنکھیں مجھے ڈھنگ سے نہیں دیکھ پائیں گی..."

رادھا بھن بھناتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی... پھر اس نے ان لوگوں کی بھیڑ کی طرف دیکھا... ونود سرلا کی کمر میں کس کر ہاتھ ڈالے کھڑا ہوا قہقہے لگا رہا تھا۔ اور سرلا اس سے چمٹی جا رہی تھی... رادھا کا دماغ اور بھنّا گیا۔ پھر وہ تیزی سے اس

طرف چل دی جہاں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔

پھر وہ کار کے نزدیک ہی پہنچی تھی، کہ اُسے مدن اپنے سامنے کھڑا ہوا نظر آیا... رادھا اُسے دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئی... مدن نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ واپس جا رہی ہیں مس رادھا؟"

"ہاں ـــ" رادھا نے جھٹکے سے کہا۔

"میں جانتا ہوں آپ کا موڈ کیوں خراب ہے... لیکن ساری دنیا کی دلچسپیاں صرف ایک ہی نکتہ پہ تو مرکوز نہیں ہوا کرتیں... اِدھر اُدھر بھی دیکھیئے۔ کچھ اور نگاہیں بھی آپ کی منتظر ہیں..."

رادھا نے کچھ سوچا... پھر مدن کو اوپر سے نیچے تک دیکھا ـــ اور مدن مسکرا کر بولا۔

"میں بہت امن پسند آدمی ہوں... میرے پتا جی کسی زمانہ میں گاندھی جی کے چیلوں میں تھے... اور ان کی بڑی عزت تھی۔ کیونکہ وہ گاندھی جی سے زیادہ امن پسند تھے... آج کل وہ ایک بہت بڑے کپڑے [illegible] کے مالک ہیں، کیونکہ ان کے گاندھیائی اصولوں نے انہیں بہت کچھ دیا ہے... آپ دیکھیئے... میں ہنگاموں سے زیادہ پُرسکون کھیل پسند کرتا ہوں... میرے ساتھ آیئے... ہم لوگ مچھلیاں پکڑیں گے۔"

"بالکل پکڑیں گے" رادھا نے مسکرا کر کہا۔

پھر وہ مدن کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اس کے ساتھ دریا کے کنارہ کی طرف چل پڑی۔ اس نے کنکھیوں سے دیکھا... راج شیلا کے قریب درخت کے تنے سے لگا کھڑا ہوا اطمینان سے منہ چلا رہا تھا۔ اور رادھا کا دماغ پھر

بھنا گیا۔ مدن نے کنکھیوں سے رادھا کی طرف دیکھا اور بولا۔
"یہ شیلا کے ساتھی سے کس بات پر آپ کا جھگڑا ہوا تھا؟"
"بدتمیز ہے... ایک دم بدتمیز... میں اس سے بدلہ لے کر رہوں گی۔"
"کس بات کا بدلہ؟"
"اپنی توہین کا بدلہ... اور آپ کو میرا ساتھ دینا پڑے گا۔"
"ضرور... مگر بدلہ بھی امن پسند ہونا چاہیئے... آپ جانتی ہیں، میں امن پسند آدمی ہوں..."
"یہ امن پسند بدلہ کس طرح لیا جاتا ہے مدن بابو...؟"
"بہت آسان طریقہ سے۔"
مدن مسکرا کر بولا۔
"کسی کو دل ہی دل میں جلانا انتہائی امن پسند بدلہ ہے... اس کی نہ کوئی داد ہے نہ فریاد... قانون میں بھی اس انتقام کے لئے کوئی سزا نہیں ملتی۔"
"میری سمجھ میں نہیں آیا..."
"میں سمجھاتا ہوں۔"
مدن کنارے پر پہنچ کر ڈوری اٹھاتا ہوا بولا۔
"شیلا کے ساتھی کی نظریں بتاتی ہیں کہ آپ سے اس کی چھیڑ چھاڑ بے معنی نہیں ہے... ضرور وہ آپ سے دلچسپی لینے لگا ہے... بس آپ اسے نظر انداز کر کے مجھ سے دلچسپی لیجئے..... جل جل کر رنگ بھی کالا ہو جائے گا اس کا..."
رادھا نے ایک کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا اور مدن کے بازو میں بازو ڈال کر

جھکتی چلی گئی... مدن آہستہ آہستہ ہنستا رہا... اس نے ڈوری میں کانٹا لگایا - اور ڈوری اٹھا کر زور سے دھارے پر پھینک دی -

رادھا نے کہا —

"آپ کا دل نہیں گھبراتا اس شغل سے؟"

"قطعی نہیں... آپ نہیں جان سکیتں، مچھلی پھنسنے کے انتظار میں کتنا لطف آتا ہے..."

مدن بیٹھ گیا اور رادھا بھی اس کے برابر بیٹھ گئی... اس کی کلائیوں پر اب بھی دکھن ہو رہی تھی - اور بار بار اس کا خیال راج کی طرف جاتا اور غصہ سے اس کے نتھنے پھڑکنے لگتے... وہ اپنا دھیان اُدھر سے ہٹانے کو مدن سے باتیں کرنے لگی تو مدن نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا -

"شش... مچھلی آواز سن کر بھاگ جاتی ہے"

رادھا نے ہونٹ بند کر لیے اور اس کے ذہن میں پھر راج کا خیال اُبھر آیا - اور پھر اُسے خاموش بیٹھنے سے گھبراہٹ ہونے لگی -

اس نے بہت آہستہ سے سرگوشی کی -

"کتنا گہرا ہوگا پانی؟"

"بہت گہرا ہے"

"کیا آپ اسے تیر کر پار کر سکتے ہیں؟"

"نہیں... میں خطرناک کھیلوں سے ہمیشہ محتاط رہتا ہوں - سنا ہے تیرنے کا شغل شوقیہ اپنانے والے کی موت زیادہ تر پانی میں ہی ہوتی ہے..."

اچانک ڈوری کے پاس جھیلہ اٹھا اور مدن چونک کر بولا -

"پھنس گئی مچھلی شاید"

پھر اس نے پھرتی سے کھڑے ہو کر زور سے جھٹکا مارا... ایک بہت بڑی مچھلی کانٹے میں پھنسی ہوئی اوپر آئی اور رادھا خوشی سے اچھل کر کھڑی ہوتی ہوئی چیخی۔

"پھنس گئی۔ پھنس گئی۔"

اور پھر وہ ذرا سی آگے جو بڑھی تو ایک گول سے پتھر پر اس کا پیر پڑا۔ اور وہ پوری قوت سے پھسل گئی... اس نے توازن بنانا چاہا مگر بنا نہ سکی۔ اور چھپاک کی آواز کے ساتھ پانی میں جا گری۔ اور مدن ہڑبڑا کر چیخا۔

"مس رادھا..."

رادھا نے ایک غوطہ لیا اور پھر سر ابھار کر زور سے بولی۔

"گھبرائیے نہیں مدن بابو... مجھے تیرنا آتا ہے۔"

وہ اچانک پانی میں گری تھی اس لئے چند لمحے کے لئے اس کے بھی حواس باختہ ہو گئے تھے... لیکن پہلے غوطے کے بعد ہی اس نے تیرنے کی پوزیشن لے لی۔ اس نے مدن کے قریب اور بھی لوگوں کو دیکھا جو چیخ چیخ کر رادھا کو پکار رہے تھے۔ لیکن رادھا جس جگہ گری تھی وہ جگہ اتنی بلند تھی، کہ وہ وہیں سے کنارہ پر نہیں چڑھ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے رخ بدلا اور ہاتھ پاؤں مارتی ہوئی، وہ آگے بڑھنے لگی... اس کی نگاہیں بے چینی سے کسی ایسی جگہ کی تلاش کر رہی تھیں، جہاں سے وہ کنارہ تک پہنچ سکے...

چند گز آگے بڑھتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اپنے ہاتھ پیروں کی طاقت سے پانی کے بہاؤ پر ٹھہر نہ سکے گی۔ بہاؤ بہت تیز تھا اور بہاؤ کی آواز بھی کان پھاڑے دے رہی تھی... اس کے علاوہ سردی کی وجہ سے اسے اپنے ہاتھ پاؤں شل ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ بہت قوت لگا کر خود کو کنارے کی طرف لانے کی کوشش کرتی رہی، مگر بہاؤ کی تیزی نے اسے کنارہ تک نہ پہنچنے دیا۔ اور پھر گھبرے خوف اور بدحواسی نے اس کا سانس پھلا دیا۔ ہاتھ پاؤں اور زیادہ شل ہو گئے... اور اسے اپنے چاروں طرف موت ہی موت نظر آنے لگی۔ آنکھوں میں اندھیرا سا چھانے لگا۔ اور پہلے ہی غوطہ میں اس کی ناک اور منہ سے ڈھیر سا پانی پیٹ میں چلا گیا۔

اس نے سطح پر گردن نکال کر زور سے چیخنا چاہا۔ مگر کنارہ بالکل سنسان پڑا تھا۔ رادھا کے حواس اور جواب دے گئے، دل ڈوب سا گیا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا... ایک بار اور اس کا سر پانی میں ڈوبا، اور ڈھیر سارا پانی پھر ناک اور منہ کے ذریعہ پیٹ میں چلا گیا۔

اور اس بار اس کا ذہن بالکل ہی جواب دے گیا... ہاتھ پاؤں بالکل ہی ڈھیلے پڑ گئے۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے پانی کا بہاؤ، بہاؤ نہیں — کسی بہت ہی تیز رفتار سواری پہ وہ ڈبکیاں لیتی ہوئی چلی جا رہی ہے — رفتہ رفتہ اس کا ذہن ڈوبنے لگا۔

عین اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُسے کسی نے پیچھے سے پکڑا ہے رادھا کے ذہن نے ذرا سا سنبھالا لیا... پھر واقعی اسے یقین ہو گیا کہ کوئی اس کے بہت قریب تیزی سے تیر رہا ہے۔ رادھا نے ایک بار پوری قوت سے اپنے ذہن کو سنبھالا اور اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارے۔ پھر ایک وجود سے اس کے ہاتھ ٹکرائے اور اس نے پھرتی سے دونوں ہاتھوں سے اُسے پکڑ لیا۔

دوسرے ہی لمحہ کسی نے اس کے بال مضبوطی سے پکڑے اور پھر رادھا کی کنپٹی پہ ایک قیامت سی ٹوٹ پڑی... کسی نے بہت زور سے کنپٹی پہ گھونسہ

مارا تھا... اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

پھر پتہ نہیں، کتنی دیر تک وہ اسی حالت میں رہی... رفتہ رفتہ اس کے حواسِ خمسہ بیدار ہونے لگے اور پپوٹوں پر زرد روشنی کی جھلکیاں نظر آنے لگیں... وہ یوں ہی گم سم پڑی رہی۔

تھوڑی دیر بعد ہی اُسے اپنے قریب ہی گہری تپش کا احساس ہوا اور اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

سب سے پہلے اس کی آنکھیں چھت سے ٹکرائیں۔ مگر وہ چھت کہاں تھی؟ وہ تو چھپر سا پٹا ہوا تھا۔ رادھا نے آہستہ سے اس کی طرف گردن گھمائی جدھر روشنی محسوس ہو رہی تھی اُدھر ڈھیر ساری لکڑیوں کا الاؤ روشن تھا... اور رادھا کی طرف پیٹھ کئے ہوئے کوئی الاؤ کو کرید کرید کر شعلوں کو بھڑکنے میں مدد دے رہا تھا... وہ ایک جھونپڑی سی تھی اور جھونپڑی میں شعلوں کی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

رادھا نے اپنے بدن کی طرف دیکھا۔ اس کے بدن پر دو تین میلے کچیلے کمبل پڑے ہوئے تھے جن سے تیز بدبو بھی پھوٹ رہی تھی۔ رادھا جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی... مگر کمزوری کی وجہ سے اسے چکر سا آ گیا... اس کے بیٹھتے ہی الاؤ کریدنے والے نے اس کی طرف دیکھے بغیر آہستہ سے کہا۔

"لیٹی رہیئے... ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے..."

آواز کچھ جانی پہچانی سی تھی... رادھا نے کہا۔

"میں اب ٹھیک ہوں... مم... مگر تم... تم کون ہو؟"

"ایک ایڈیٹ اور پاگل..."

بڑے اطمینان سے جواب دیا گیا۔

رادھا اچھل پڑی۔
یہ آواز تو راج کی تھی... وہ راج جو شیلا کے ساتھ پارٹی میں آیا تھا۔ رادھا اس کی طرف حیرت سے دیکھتی رہی... راج نے الاؤ درست کرنے کے بعد رادھا کی طرف رُخ کیا اور رادھا نے تب اس کا چہرہ دیکھا... اس کے چہرے پر جگہ جگہ خراشیں تھیں۔ بال بھیگ کر سر سے چپک گئے تھے... کپڑے شاید اس وقت بھی بھیگے ہوئے تھے۔
راج نے چند لمحے بعد کہا ——
"ابھی آپ لیٹ جائیے۔"
"ہم لوگ کہاں ہیں؟" رادھا نے کمبل اپنے جسم پر درست کرتے ہوئے پوچھا۔
"شام گڑھ... گاؤں میں۔"
"شہر سے کتنی دور ہے؟"
"ہوگا کوئی اُنتیس میل کے قریب..."
"اُف فوہ... تو ہم لوگ اب واپس کیسے جائیں گے؟"
"گھبرائیے نہیں... سب انتظام ہو جائے گا۔"
"کیا رات ہوگئی ہے؟"
"تھوڑی ہی دیر پہلے اُجالے ختم ہوئے ہیں۔"

"اُف فوہ... تب تو ڈیڈی میرے لئے بہت پریشان ہوں گے..."
"آپ کے دوستوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو آپ کے گھر اطلاع پہنچا سکے؟"
"میرے خدا... اگر گھر پر اس حادثہ کی اطلاع پہنچ گئی ہوگی تو ڈیڈی تو پاگل ہی ہو جائیں گے..."

"وہ تو ضرور ہی پہچانی جائے گی... بلکہ پہچان دی گئی ہوگی"
"تب تو خدا کے لیئے جلدی یہاں سے چلنے کا انتظام کیجیے... ڈیڈی بہت پریشان ہوں گے..."
"آپ کے گھر میں صرف ڈیڈی ہی ہیں پریشان ہونے والے؟"
"نہیں — یوں تو دادی ماں بھی ہیں.... مگر میں اُن سے آٹھ برس تک دُور رہی تھی —"
"اور آٹھ برس تک دور رہنے سے ان کے دل سے آپ کی محبت ختم ہو چکی ہو گی؟" راج نے مسکرا کر پوچھا۔
"ہو سکتا ہے نہ ختم ہوئی ہو... مگر کم ضرور ہو گئی ہو گی..."
"یہ آپ شاید اس لیے کہہ رہی ہیں کہ آپ کے دل میں ان کے لیے محبت کم ہو چکی ہے۔ بار بار آپ کی زبان پر صرف ڈیڈی ہی کا نام آتا ہے"
رادھا کچھ نہ بولی۔ وہ غور سے راج کو دیکھتی رہی...... پھر کچھ سوچ کر وہ بولی۔
"آپ نے میری جان بچائی ہے۔ اس کے لیے میں آپکی شکر گذار ہوں"
"صرف شکر گذار ہیں؟"
"نہیں... اگر میں سمجھتی کہ آپ غریب آدمی ہوں گے تو آپ کو انعام بھی ملتا دس پانچ ہزار..."
"ایک زندگی کی قیمت صرف دس پانچ ہزار ہی ہوتی ہے؟"
"دس پانچ ہزار کسی غریب آدمی کی زندگی بدل لینے کے لیے بہت ہوتے ہیں"
"اتنی ہی اہمیت ہے آپ کی نظروں میں روپے کی؟"
"کیوں... روپے سے آدمی کیا نہیں خرید سکتا..."

"دل کا سکون..."

راج نے آہستہ سے کہا۔

"روپوں کی قوت وہ پھوار نہیں بن سکتی جو دل میں بھڑکتے ہوئے جہنم کے شعلوں کو بجھا سکے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں نے شہر کے ایک درجن بہترین ڈاکٹروں کو جمع کر کے ان کے قدموں میں نوٹوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے اور ان سے رو رو کر کہا تھا کہ میری ماں کو بچا لو... مگر وہ لوگ ماں کو نہ بچا سکے۔"

"کیا ہوا تھا آپ کی ماں کو؟"

"دل کا دورہ پڑا تھا... اور چند گھنٹوں میں بھگوان سے جا ملیں...."

کہتے کہتے راج کی آواز بھاری ہو گئی۔

"چہ چہ..." رادھا نے آہستہ سے کہا۔

پھر ایک بوجھل سا سناٹا فضا میں طاری رہا۔ جس میں الاؤ کے شعلوں میں چٹختی ہوئی لکڑیوں کی آوازیں کبھی کبھی شامل ہو جاتی تھیں اور رادھا غور سے راج کا چہرہ دیکھ رہی تھی جس پر ایک گہری خاموشی بھی تھی اور اس کی آنکھوں کی پتلیوں کی چمک میں الاؤ کے شعلوں کا دہکتا ہوا عکس ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ شعلے خود راج کے سینہ میں دہک رہے ہیں، اور ان کی چمک آنکھوں میں نظر آ رہی ہے..."

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر رادھا نے ہی سکوت توڑا۔

"یہاں سے چلنے کا انتظام کیجئے نا..."

"انتظام کر دیا ہے..."

"کیا انتظام کیا ہے؟"

"ایک آدمی کو شہر بھیج دیا ہے اپنا پتہ بتا کر... آپ کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ میرا نوکر، یور گرین پوائنٹ سے جا کر میری گاڑی لائے گا، تب وہ اس آدمی کے ساتھ اِدھر آ سکے گا... میں آپ کو گھر پہنچا دوں گا۔"

"یوں تو بہت دیر ہو جائے گی۔"

"نہیں... بہت دیر تو اس آدمی کو گئے ہوئے ہو گئی ہے..."

رادھا پھر چپ چاپ راج کی صورت دیکھتی رہ گئی... وہ سوچ رہی تھی اس آدمی نے اس کی جان بچائی ہے جس پر وہ کچھ دیر پہلے ہی ہاتھ چھوڑ چکی ہے، اور جس کو نیچا دکھانے کے لئے وہ بار بار ذہن میں منصوبے بنا رہی تھی... کیسا آدمی ہے یہ؟... کیا سچ مچ پاگل ہے؟... اُفوہ... کتنے دھارے تھے جب وہ دریا میں گری تھی؟... مدن تو اس کے بہت قریب تھا... اگر وہ چاہتا تو کود پڑتا... مگر مدن... وہ تو شاید تیرنا بھی نہ جانتا ہو... اُسے تو خطرناک کھیلوں سے دلچسپی ہی نہیں... دلچسپی تو شاید اُسے رادھا سے بھی نہیں... ورنہ اگر وہ تیرنا نہ بھی جانتا ہوتا، تو بھی اسے بچانے کی کوشش ضرور کرتا...

مگر راج ——!

رادھا اُسے غور سے دیکھتی رہی۔

راج کی جرسی بھیگ کر بدن سے چپک گئی تھی اور اس کے بھرے بھرے بازو اور چوڑی چکلی گردن... اور بھاری مردانہ چہرہ... الاؤ کی زرد روشنی میں بہت اچھا لگ رہا تھا... جانے کیوں؟... رادھا کے دل میں ایک عجیب سی گدگدی ہوئی... اُسے مدن کا جملہ یاد آ گیا۔ اس نے کہا تھا ——

"شیلا کے ساتھی کی نظریں بتاتی ہیں کہ وہ آپ سے دلچسپی لے رہا ہے....."

تو کیا یہ اسی دلچسپی کا اثر تھا کہ اس نے اپنی جان پر کھیل کر رادھا کو بچایا؟... عین اسی وقت راج نے رادھا کی طرف دیکھا اور چونک کر بولا۔

"ارے... کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟"

"ایں...؟"

رادھا چونک پڑی۔ پھر غیر ارادی طور پر بول گئی۔

"میں سوچ رہی ہوں، آپ نے میری جان بچا کر جو احسان کیا ہے اس کا کوئی بدلہ نہیں لیں گے؟"

"بدلہ..." راج نے ایک لمبی سانس کھینچ کر رادھا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا" اگر میں آپ سے اس احسان کا بدلہ مانگوں تو آپ دے دیں گی؟"

"اگر میرے بس کی بات ہے تو ضرور دے دوں گی..."

"بات تو آپ کے بس کی ہے... مگر شاید آپ منظور نہ کریں..."

"ایسی کیا بات ہے... آپ کہہ کر تو دیکھیے ——"

راج نے رادھا کے چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں اور آہستہ سے پیچھے کھسک کر وہ رادھا کے برابر بیٹھ گیا... وہ غور سے رادھا کو دیکھتا رہا... اور اس کی آنکھوں کی چمک!... خدا کی پناہ... رادھا کے جسم میں جھرجھریاں سی دوڑ گئیں.....

راج رادھا کی طرف اور آہستہ سے جھک آیا... اور رادھا اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی کہ کتنی زندہ اور قوت ور آنکھیں ہیں.... ایسی آنکھیں تو نہ ونود کے پاس ہیں نہ مدن کے پاس... ایسی آنکھیں تو اس نے آکسفورڈ میں بھی اپنے کسی دوست کی نہیں دیکھی تھیں...

راج اور زیادہ اس کی طرف جھک گیا... مگر رادھا جیسے بیٹھی تھی، ویسے ہی بیٹھی رہی۔ راج نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کو... کوئی اعتراض تو نہیں ——؟"

رادھا کی آواز جیسے گنگ ہو کر رہ گئی تھی... وہ یوں ہی گم سم بیٹھی رہی۔ اب راج کی گرم گرم سانسیں اس کے رخساروں کو چھو رہی تھیں اور رادھا کے گلابی رخساروں کی رنگت گہری سُرخ ہو گئی تھی۔ شعلوں کی تپش ماند پڑ گئی تھی راج کی سانسوں کی گرمی نے رخساروں کو تمتا دیا تھا... راج کے ہونٹ آہستہ آہستہ رادھا کے ہونٹوں کے نزدیک ہوتے گئے اور رادھا جانے کونسی بے خودی کے عالم میں یوں ہی گم سم بیٹھی رہی۔

پھر راج خود ہی ٹھہر گیا۔

وہ رادھا کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اور دونوں کی پلکیں غیر متحرک تھیں اور اس کی آنکھوں کے شعلے اور تیز ہو گئے تھے... ایسا محسوس ہوتا تھا، جیسے راج کے اندر ایک جنگ ہو رہی ہے... جیسے ایک خطرناک شیر پر ایک معصوم ہرنی جانے کونسی قوت لے کر حملہ آور ہو گئی ہے... اور خطرناک شیر پینترے بدل بدل کر ہرنی کو دبوچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر ہرنی جانے کونسی قوت سے اس شیر کا مقابلہ کر رہی ہے۔

اور پھر ——!

رفتہ رفتہ وہ خطرناک شیر تھکتا گیا اور پھر —— وہ بے بس ہو کر وہیں پر بیٹھ گیا۔

اور راج ——!

آہستہ سے وہ الگ ہٹ گیا۔ اس کے چہرہ پر ایک غم آلودہ اور یاس آمیز سی

زردی تیرنے لگی۔

اور رادھا! — وہ اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھ رہی تھی۔
راج بجھتے ہوئے شعلوں کو ایک ڈنڈی سے کرید رہا تھا۔
عین اسی وقت کسی گاڑی کی مشین کا فراٹا گونجا۔ اور وہ دونوں
چونک پڑے... مشین بند ہو گئی اور پھر راج نے اطمینان سے کہا۔
"آ گئے وہ لوگ......"
دفعتاً ان کے کانوں سے ایک بے چین اور پریشان آواز ٹکرائی۔
"کہاں ہے میری بچی... میری رادھا کہاں ہے؟"
"ڈیڈی...!" رادھا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔
"اس جھونپڑی میں ہیں صاحب..." کسی نے جواب دیا۔
اور رادھا جلدی سے کمبل پھینک کر دروازہ کی طرف جھپٹی... راج اسکے
پیچھے اٹھ کر باہر آیا۔ دوسرے ہی لمحے رادھا مراری بابو کے کندھے سے لگی
ہوئی تھی (اور مراری) بابو سینے سے اسے لپٹائے ہوئے اس کے کندھے
اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔
"میری بچی... میری لال.... بھگوان نہ کرے تجھے کچھ ہو جاتا
تو میں اپنی جان دے دیتا..."
"ڈیڈی...!"
"جانے کونسی نیکی کام آ گئی میری... جو بھگوان نے میری بچی کی
جان بچالی... تیری دادی ماں تو یہ خبر سنتے ہی بے ہوش ہو گئی تھیں....
انھیں تو ابھی تک ہوش ہی نہیں آیا ہے۔"
"دادی ماں..." رادھا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں بیٹی... جلدی چلو... اب تو شاید وہ تمہاری آواز سن کر ہی ہوش میں آ جائیں... یہ سمجھ لو کہ انھیں ایک نئی زندگی ملے گی..."

رادھا نے پلٹ کر راج کی طرف دیکھا اور راج کے ہونٹوں پر ایک سبک سی مسکراہٹ رینگ گئی... مراری بابو نے راج کی طرف دیکھ کر کہا ــــ

"کیا یہی وہ بہادر نوجوان ہیں جنھوں نے تمہاری جان بچائی ہے؟"

"ہاں ڈیڈی... یہی ہیں..."

مراری بابو جلدی سے آگے آئے اور انھوں نے راج کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مضبوطی سے کستے ہوئے کہا۔

"بہادر نوجوان... تم نے اس وقت جو احسان میرے اوپر کیا ہے میں اس کا بدلہ تو نہیں چکا سکتا... ہاں اگر اس کے بدلے میں میری جان کی بھی ضرورت ہو، تو مانگ سکتے ہو..."

راج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے آہستہ سے کہا۔

"جان تو بھگوان کی امانت ہے... اس کی مرضی کے بغیر جسم اور آتما کا رشتہ کوئی نہیں توڑ سکتا... مس رادھا کی زندگی ابھی باقی تھی... بھگوان نے مجھے ذریعہ بنا کر انھیں بچا لیا..."

"شاباش نوجوان..."

مراری بابو اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر بولے ــــ

"تم بہادر ہی نہیں، اعلیٰ خیالات کے مالک بھی معلوم ہوتے ہو۔"

"اب انھیں گھر لے جائیے۔" راج نے کہا۔ "ان کی دادی ماں کی حالت

خراب ہو گی —"

"ایں... ہاں بیٹی... چلو جلدی چلو.... اور تم بھی ہمارے ساتھ چلو نوجوان..."

"میری گاڑی آ گئی ہے۔"

راج نے دوسری گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

پھر وہ کچھ کہے بغیر آگے بڑھا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا... اس کا ڈرائیور ایک طرف سرک گیا تھا۔ راج نے سٹیرنگ وہیل سنبھال کر گاڑی سٹارٹ کی اور گاڑی ہلکے سے دھچکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی... اوشا دھا حیرت سے راج کو دیکھتی رہی۔ پھر مراری بابو سے بولی —

"دیکھا ڈیڈی آپ نے... کتنا شاندار آدمی ہے۔"

"بہت شاندار بیٹی۔"

"بالکل ہیرو معلوم ہوتا ہے... کیسی بے نیازی اور لاپروائی ٹپکتی ہے چہرے سے... اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اس نے، مگر چہرے پر فخر و غرور کا نام و نشان تک نہیں..."

"آؤ بیٹی... چلیں... کہیں تمہاری طبیعت خراب نہ ہو جائے۔"

وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ گئے اور گاڑی چل پڑی.... راستے میں مراری بابو نے کہا —

"سچ جانو... میرے تو ہاتھ پیروں کا دم ہی نکل گیا تھا یہ خبر سن کر — تمہاری دادی ماں کو بے ہوشی کی حالت میں ہی چھوڑ کر، میں گرین پوائنٹ بھاگا تھا... وہیں کھڑے کھڑے دوپہر سے رات ہو گئی... درجنوں آدمی دور دور تک جال ڈال ڈال کر تمہیں تلاش کر رہے تھے۔ ایک موٹر بوٹ

سرچ لائٹ لے کر ڈھونڈتی پھر رہی تھی ... پھر اچانک اس نوجوان کا ملازم یہاں کے ایک دیہاتی کے ساتھ ایور گرین پوائنٹ گاڑی لینے پہنچ گیا۔ اور جب وہاں دیہاتی کی زبانی تمہاری زندگی کی اطلاع ملی تو یقین جانو، میں تو خوشی سے پاگل ہو گیا تھا۔"

"پاگل .... !"

رادھا آہستہ سے ہونٹوں میں بڑبڑائی اور اس کا دل آہستگی سے دھڑک اٹھا۔

گاڑی کچے راستہ پر ہچکولے لیتی ہوئی دوڑتی رہی۔

آٹھ

کار پارکنگ میں چھوڑ کر رادھا تیزی سے ہال کے داخلی دروازہ کی طرف بڑھی۔ ہال میں داخل ہو کر اس نے تیزی سے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ اُسے دیکھتے ہی کئی میزوں سے آوازیں اٹھیں۔

"ہیلو مس رادھا ..."

"ہیلو رادھا ..."

رادھا نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ ان لوگوں کو ہیلو ہیلو کہا اس کی نگاہیں مضطربانہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں۔ ایک میز پر مدن کئی لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

رادھا کو دیکھ کر وہ بہت لہک کر اُٹھا۔

"ہیلو مس رادھا۔"

"ہیلو —— !"

رادھا نے ایک اجنبی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آج پورے ایک ہفتہ بعد آپ کلب میں نظر آرہی ہیں۔۔"

مدن مسکرا کر بولا۔

"یقین جانیئے ... آج کلب کی رونق دوبالا ہو گئی ہے ... اف نوہ ... کتنی کمی محسوس ہوتی تھی آپ کی ... ارے ہاں ... میں آپ کو نئی زندگی کی مبارکباد تو دینا بھول ہی گیا تھا ..."

"شکریہ!"

رادھا نے خشک لہجہ میں کہا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

مدن نے ہلکی سی سانس لی اور بولا۔

"آپ کو شاید کسی کی تلاش ہے ... "

"میں سرلا کو ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"سرلا ... وہ تو اُدھر ونود کے ساتھ گئی ہے۔ غالباً وہ لوگ بلیرڈ روم میں ہوں گے ... مگر ... کیا آپ میرے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کریں گی؟"

رادھا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بلیرڈ روم کی طرف بڑھنے لگی ... مدن نے کہا۔

"اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو سرلا کو تکلیف کیوں دیتی ہیں؟"

"اگر آپ بتا سکیں تو بتلایئے۔" رادھا نے اطمینان سے پوچھا۔ "سرلا کی دوست شیلا کہاں رہتی ہے؟"

"شیلا!"

"جی ہاں... جس کے ساتھ پکنک والے روز راج بابو آئے تھے"
"تو یہ کہیے کہ آپ کو راج بابو کی تلاش ہے"
"کیوں؟... کیا آپ کو ناگوار گذر رہا ہے؟" رادھا نے مسکرا کر
تیز لہجہ میں پوچھا۔
"ن... نہیں تو... بھلا مجھے کیوں ناگوار گذرنے لگا؟"
رادھا تیزی سے آگے بڑھ گئی۔
مدن جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا — پھر لاپرواہی سے شانے
سکوڑ کر ڈھیلے چھوڑ دیئے اور سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبائی — اور
سگریٹ سلگا رہا ہی تھا، کہ کامنی کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔
"کہیئے مدن بابو... مچھلی پھسل گئی ہاتھ سے؟"
"کوئی بات نہیں —"
مدن مسکرا کر بولا —
"اپنا کام تو کانٹے ڈالے رہنا ہے"
پھر وہ دونوں ہنس پڑے اور مدن کامنی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر میز
کی طرف بڑھ گیا۔

رادھا نے بلیرڈ روم کے پاس پہنچ کر اندر جھانکا... اندر اسے
سرلا ونود کہیں نہ نظر آئے... وہ مڑ ہی رہی تھی کہ اس کی نظریں اچانک
ٹھٹھک کر ایک جگہ رک سی گئیں اور دل زور زور سے دھڑک اٹھا...
وہی تھا... بالکل وہی... رادھا اسے پشت سے بھی ہزاروں میں پہچان

سکتی تھی ...

راج! ... جو بلیرڈ روم میں جھکا ہوا تھا اور نشانہ لگا رہا تھا۔
رادھا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بلیرڈ روم میں داخل ہوئی۔ اور راج کے بالکل پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

دل اتنی زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ راج کو مخاطب کرنے کی ہمت ہی نہ پڑی ... جانے کونسی کمزوری تھی جو اس وقت اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی ... رادھا کو اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔

راج نے شاٹ مارا اور اس کے مقابل نے اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

" ویلڈن مسٹر راج!"

راج نے سیدھے کھڑے ہو کر سٹک پر چاک لگائی، اور سٹک بورڈ سے ٹکا کر سگار نکالا اور دیا سلائی جلا کر مڑا۔ رادھا بالکل اس کے سامنے کھڑی تھی ... راج نے ایک اجنبی سی نظر رادھا پر ڈالی اور جھک کر سگار سلگانے لگا ... سگار سلگا کر اس نے ایک گہرا کش لیا اور پھر مڑ کر سٹک اٹھانے لگا ... رادھا کے ذہن کو ایک دھچکا سا لگا ... اس کی مسکراہٹ ایک لمحہ کے لئے غائب ہو گئی۔ پھر وہ راج کے دائیں ہاتھ کی طرف جاتی ہوئی بولی۔

" ہیلو ... راج ... !"

" ہیلو ... !"

راج نے سگار دانتوں کے دائیں گوشہ میں سرکا کر کہا۔
پھر ایک آنکھ بند کر کے نشانہ لینے لگا ... رادھا چند لمحے ہونٹ بھینچے

کھڑی رہی۔ اسے ایک دم بہت زور کا غصّہ آیا تھا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولی۔

"کیسے ہو تم؟"

"ویل ——" راج نے نشانہ لگا کر کہا۔ "آپ کیسی ہیں مس رادھا؟"

"شکریہ ہے ... تم نے مجھے پہچان تو لیا ——"

"آپ بھی کوئی بھولنے کی چیز ہیں ... آپ کی دادی ماں کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہیں ... تم نے مجھے نہیں پوچھا کیسی ہوں ..."

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ بھلی چنگی نظر آ رہی ہیں۔"

راج نے کہا پھر اپنے مقابل سے بولا۔

"اچھا مسٹر سنہا۔ اب پھر کبھی ...."

پھر وہ سنگھ کی طرف دیکھ کر رادھا کی طرف مڑے بغیر دروازہ کی طرف بڑھا۔ رادھا اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی ... پھر تیز تیز چلتی ہوئی اس کے برابر ہو گئی اور بولی۔

"پورے ایک ہفتہ بستر پہ پڑی رہی ہوں ..."

"ورنہ کلب میں ضرور نظر آتیں۔" راج نے چلتے ہوئے کہا۔

"کیا تم بھی یہاں کے ممبر ہو؟"

"وقت گذارنے کے لئے کوئی نہ کوئی مشغلہ تو ہونا ہی چاہیئے۔"

"اچھا ہے ... تم سے یہیں ملاقات ہو گئی۔ ورنہ میں سرلا سے شیلا کا پتہ پوچھتی اور شیلا سے تمہارا ..."

"بھلا کیوں؟"

"تم سے ملنے کو ایک ہفتہ بے چین رہی ہوں۔"

"اچھا.....!"

راج نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کے سینہ میں بے چین ہونے والا دل بھی ہے؟"

"کیوں؟... کیا میں انسان نہیں ہوں؟"

"سنا تھا... ولایت کی لڑکیوں کے سینہ میں دھڑکنے والے دل تو ہوتے ہیں... مگر وہ صرف اپنے لئے دھڑکتے ہیں۔"

"مگر میں تو ہندوستانی ہوں۔"

"اچھا ——!"

راج نے رک کر رادھا کو اوپر سے نیچے تک حیرت سے دیکھا —— پھر مسکرا کر بولا۔

"میں تو سمجھا تھا آپ ولایت سے امپورٹ کی گئی ہیں۔"

"کیا ولایت کی لڑکیاں اتنی ہی قابلِ نفرت ہوتی ہیں؟"

"یہ میں نے کب کہا؟ —— ہر لڑکی اپنے ملک اور معاشرہ کے لئے قابلِ محبت ہوتی ہے..."

"آج تم اتنے روکھے روکھے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"محترمہ... آپ مجھ سے دوسری بار مل رہی ہیں۔"

"پہلی بار تو تم اتنے خشک نہیں نظر آئے تھے ——؟"

"پاگل ہی ٹھہرا... بھلا پاگل آدمی کے موڈ کا کیا بھروسہ؟"

"او ہو... تمہیں اس روز کی باتیں یاد ہیں... واقعی میں نے تمہارے ساتھ گستاخی کی تھی...."

راج کاؤنٹر پر رک گیا۔ اس نے ایک ویٹر سے کہا

"ایک بڑا پیگ..."

پھر وہ رادھا سے بولا ——

"آپ کونسی برانڈ لیتی ہیں —— ؟"

"میں صرف بیئر لیتی ہوں... وہ بھی کبھی کبھار کسی تقریب میں لے لیتی ہوں"

راج نے ویٹر سے کہا ——

"دو پیگ..."

رادھا انکار نہ کر سکی۔

راج نے سگار کی راکھ جھاڑی اور بولا

"ایک ہفتہ تک آپ بولا رہی ہوں گی —— "

"بے شک... ڈیڈی نے ڈاکٹروں کی لائن لگا دی اور ان ظالموں نے مجھے پورے دو ہفتے تک بستر سے نہ اٹھنے کا حکم دے دیا... میرا تو دم ہی نکل گیا۔ بڑی مشکل سے ڈیڈی کو سمجھا بجھا کر آج جان چھڑائی ہے"

اتنے میں ویٹر نے دونوں پیگ سامنے رکھ دیئے۔

راج نے پیگ اٹھا کر رادھا کو دیا۔ رادھا نے چپ چاپ لے لیا۔ راج نے اپنا پیگ اٹھا کر ٹکرایا....

"چیئر... یو..." رادھا نے کہا۔

"آپ کی صحت کا جام..." راج مسکرایا۔

دونوں پیتے رہے...

رادھا وہسکی کی عادی نہیں تھی اس لئے ایک ہی پیگ میں اسے سرور محسوس ہونے لگا... مگر پہلا پیگ خالی ہوتے ہی راج نے دوسرا پیگ تھما دیا...

اور رادھا انکار نہ کرسکی۔ مگر اس نے دوسرا پیگ چسکیاں لے لے کر نہیں پیا.... دو تین ہی گھونٹوں میں پیگ خالی کردیا.... اب اس کے ذہن پر گہرا سرور سوار ہوگیا تھا...

راج نے اپنا پیگ خالی کرکے کاؤنٹر پر رکھ دیا... عین اسی وقت ہال کی روشنی کی رنگت تبدیل ہوگئی اور آرکسٹرا نے دھیمے سُروں میں موسیقی چھیڑ دی۔ ہال میں موجود جوڑے آہستہ آہستہ اٹھ اٹھ کر چوبی فرش کی طرف جانے لگے...

راج نے مسکرا کر رادھا کی طرف دیکھا اور آہستہ سے پوچھا۔

"کیا خیال ہے؟"

"جو تمہارا خیال ——"

رادھا نے آنکھیں بند کرکے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر میرا سر بہت چکرا رہا ہے..."

"پروا نہ کیجیے... میں سنبھال لوں گا..."

"تمہارے ساتھ مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہوسکتی!" رادھا اٹھ کر بولی۔

راج نے وہیں سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا اور اُسے کھینچتا ہوا بال روم میں لے گیا... رادھا نے راج کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ آہستہ آہستہ دونوں رقص کرتے رہے اور رفتہ رفتہ سرور اور گہرا ہوتا رہا... رادھا نے آنکھیں بند کرکے اپنا سر راج کے کندھے پر رکھ دیا۔

"کیا نیند آرہی ہے؟"

"اوں —— ہوں ——"

رادھا آہستہ سے بولی ——

"سرور آرہا ہے ——"

"کہیں گر نہ پڑنا ــــ"

"تم جو موجود ہو سنبھالنے کے لئے۔"

"اور میں چھوڑ کر الگ ہٹ گیا تو ــــ؟"

"نہیں ــــ"

رادھا نے اور مضبوطی سے راج کو پکڑ لیا۔

"تم مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا؟"

"جانے کیسے سمجھ لیا ــــ"

رادھا آنکھیں بند کئے کئے ہی بولی۔

"مگر میرا دل کہتا ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

"اتنی جلدی اتنا بھروسہ کر لیتی ہیں دوسروں پر؟"

"نہیں ــــ تم پہلے آدمی ہو... جس پر مجھے اتنا بھروسہ ہو گیا ہے..."

"اِس سے پہلے آپ کی زندگی میں کوئی نہیں آیا؟"

"آنے کی کوشش تو بہتوں نے کی۔ مگر میں نے آنے نہیں دیا۔"

"کہاں تک پہنچے وہ لوگ؟... اور آپ نے انھیں کہاں سے لوٹا دیا؟"

"جہاں سے تم سمجھو!"

"ایک ولایت پلٹ لڑکی کے لئے تو بہت دُور تک سوچا جا سکتا ہے..."

"جہاں تک سوچ سکتے ہو، سوچ لو۔" رادھا نے بے خودی کے عالم میں کہا ــــ

راج نے اسے زور سے ہلایا اور وہ چونک پڑی۔

"ایں ــــ کیا ہوا ــــ؟"

"کیا کہہ رہی تھیں آپ ابھی؟"

"میں — کیا کہہ رہی تھی؟ — مجھے کچھ یاد نہیں —"

"آ بیئے — یہ راؤنڈ ختم ہو گیا ہے —"

راج رادھا کو سنبھالتا ہوا کاؤنٹر کی طرف لے گیا۔ اس نے دو پیگ بھروائے اور جب پیگ رادھا کے سامنے آیا تو وہ مسکرا کر آنکھیں پوری کھولنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"نہیں — بس —"

"میری خوشی کے لئے"

راج نے پیگ اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

رادھا نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور مسکرا کر ایک ہی سانس میں پورا پیگ خالی کر گئی۔ پھر راج نے رومال سے اس کے ہونٹ صاف کئے۔ اور رادھا نے کہا —

"تمھاری خوشی کے لئے میں زہر بھی پی سکتی ہوں"

"ایک پاگل کے لئے ...؟"

"پاگل — نہیں۔ تم پاگل نہیں ہو — پاگل میں ہوں تمھارے لئے"

پھر وہ راج کے اور قریب آ کر بولی۔

"ہاں راج ... میں سچ سچ پاگل ہو گئی ہوں تمھارے لئے —"

راج نے اِدھر اُدھر دیکھا ... مگر کوئی بھی ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں تھا البتہ مدن ضرور اپنی میز سے ان لوگوں کو گھور رہا تھا — راج نے رادھا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"باہر چلیں —"

"چلو — میرا بھی دم گھٹ رہا ہے یہاں..."

راج رادھا کو سنبھالتا ہوا باہر لے آیا... اس نے رادھا کی گاڑی میں اُسے بٹھایا اور اس کے وینیٹی بیگ سے چابی نکال کر اگنیشن میں لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد رادھا کی گاڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی اور راج اُسے ڈرائیو کر رہا تھا۔ رادھا راج کے کندھے سے سر لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی... وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی.... ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کا نشہ اور گہرا کر رہے تھے۔

گاڑی مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی اور رادھا کا نشہ گہرے سے گہرا ہوتا رہا۔

پھر گاڑی رادھا کی کوٹھی کے پھاٹک پر رک گئی۔

راج نے کئی بار ہارن بجایا اور اُسے پھاٹک پر ٹارچ کی روشنی نظر آئی۔ راج نے آہستہ سے کھڑکی کھولی اور چپکے سے نیچے اتر گیا اور بڑے اطمینان سے سڑک پر ایک طرف بڑھنے لگا۔

چوکیدار نے پھاٹک کھول دیا اور اس انتظار میں رہا کہ گاڑی اندر آئے۔ مگر گاڑی آگے نہیں بڑھی اور چوکیدار کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔

اس نے زور سے کہا۔

"چھوٹی مالکن... پھاٹک کھل گیا؟"

مگر جواب ندارد۔

چوکیدار جلدی سے باہر آیا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی اندر ڈالی اور پھر

بے اختیار وہ چونک پڑا۔ آنکھیں حیرت سے پھیلی رہ گئیں پھر وہ جلدی جلدی آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگا... پھر جھرجھری سی لے کر پیچھے ہٹ گیا۔

عین اسی وقت اندر برآمدے سے مراری بابو کی آواز سنائی دی۔

"چوکیدار..."

"جی مالک..."

"کون ہے گاڑی... ؟"

"مالک... چھوٹی مالکن ہیں"

"تو اندر کیوں نہیں آتیں۔ کیا گاڑی خراب ہوگئی ہے؟"

"پپ... پتہ نہیں مالک...."

مراری بابو نے برآمدہ میں روشنی کی اور گاؤن کی ڈوری کستے ہوئے نیچے اتر کر آئے اور قریب آکر بولے۔

"کیا قصہ ہے؟"

"صاحب... بس سو رہی ہیں چھوٹی مالکن..."

"سو رہی ہیں؟... دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟"

مراری بابو نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی کے اندر روشنی کر دی اور پھر ـــــ دوسرے ہی لمحے وہ اسی طرح چونک پڑے جیسے ان کے ہاتھ میں بچھو نے ڈنک مار دیا ہو....

ان کی آنکھیں پھیلی رہ گئی تھیں اور نگاہیں رادھا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

اور رادھا کا چہرہ ـــــ !

رادھا کے ہونٹوں کی لپ سٹک اس کے چہرے پر ادھر ادھر پھیلی ہوئی تھی... بال بکھرے ہوئے تھے اور کندھا کھلا ہوا تھا... مراری بابو کچھ دیر تک اسے حیرت سے دیکھتے رہے۔ پھر ان کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔

انھوں نے رادھا کا کندھا جھنجھوڑ کر کہا۔

"رادھا!... اے رادھا — !!"

اور رادھا اُن ہی کی طرف ڈھلک آئی۔ ساتھ ہی اُن کی ناک سے وہسکی کی بُو کا ایک جھونکا بھی ٹکرایا اور وہ سناٹے میں کھڑے رہ گئے۔ اُسی وقت برآمدہ سے نرملا دیوی نے پوچھا۔

"ارے مراری... کیا ہوا بیٹا... خیریت تو ہے؟"

لیکن مراری بابو کچھ نہ بولے۔ وہ مضبوطی سے ہونٹ بھینچے ہوئے رادھا کی طرف دیکھ رہے تھے اور اُن کی آنکھوں میں ایک زخمی اعتماد کی جھلک نظر آرہی تھی... اتنے میں نرملا دیوی بھی گھبرائی ہوئی قریب آگئیں لیکن جیسے ہی انھوں نے رادھا کی حالت دیکھی، لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گئیں۔

نرملا دیوی کو ایسا محسوس ہوا جیسے زمین تیزی سے گردش کر رہی ہو — اور اُن کے پیروں کا دم ہی نکل گیا ہو... وہ اپنے پیروں پر کھڑی نہ رہ سکیں۔ لڑکھڑا کر انھوں نے کار کے بانٹ کا سہارا لینا چاہا۔ لیکن اس پر سے بھی ہاتھ پھسل گئے اور وہ ایک طرف جا گریں۔

اور مراری بابو اُن کی طرف جھپٹتے ہوئے چیخے —

"ماں جی — !"

لیکن نرملا دیوی بے ہوش ہو چکی تھیں، اور اُن کے قریب بیٹھا ہوا شامو گھبرا گھبرا کر انھیں پکار رہا تھا۔

نو

مراری بابو کی پیشانی پر گہری فکر مندی کی لکیریں تھیں اور آنکھوں میں غم و غصّہ کی جھلک نمایاں تھی۔ ان کی انگلیوں میں دبا ہوا سگار جانے کب کا ختم ہو چکا تھا۔ اتنے میں شامو آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر آیا اور ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ لیکن مراری بابو نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ بدستور خلا میں گھورتے رہے۔

آخر شامو نے آہستہ سے کہا۔

"چھوٹے مالک ...!"

"ہوں ...!" مراری بابو آہستہ سے بولے۔

"آپ ناشتہ نہیں کریں گے؟"

"رادھا نے ناشتہ کر لیا؟"

"جی ہاں ..."

"کیا کر رہی ہے ——؟"

"کہیں جانے کی تیاریاں کر رہی ہیں!"

"اسے میرے پاس بھیج دو ——"

شامو چند لمحے انھیں دیکھتا رہا۔ پھر چلا گیا۔ مراری بابو جس طرح بیٹھے تھے۔ ویسے ہی بیٹھے رہے ... تھوڑی دیر بعد تیز تیز قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ پھر رادھا نظر آئی۔ وہ مراری بابو کے قریب پہنچ کر جلدی جلدی بولی۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا ڈیڈی ؟"

"ہاں —" مراری بابو نے آہستہ سے اور سنجیدگی سے کہا۔

اور رادھا مراری بابو کا موڈ دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

پھر حیرت سے بولی۔

"کیا بات ہے ڈیڈی ... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ؟"

"میری طبیعت تو ٹھیک ہے .... مگر تمھیں شاید معلوم نہیں۔ ماں جی کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

"کیا ہوا انھیں ؟" رادھا نے چونکے بغیر پوچھا۔

"ایک بار ان کی یہی حالت اس وقت ہوئی تھی جب انھیں تمھارے ڈوب جانے کی خبر ملی تھی ... اور رات سے بھی ان کی ویسی ہی حالت ہے۔ تمھاری وجہ سے ...."

"میری وجہ سے ؟ ... میں نے کیا کیا ہے ؟"

"یہ پوچھو — تم نے کیا نہیں کیا —؟" مراری بابو رادھا کی طرف دیکھ کر غصّہ سے بولے۔

"ڈیڈی !" رادھا کے لہجہ میں حیرت تھی۔

"بتا سکتی ہو رات تم کس کے ساتھ تھیں ؟"

"راج کے ساتھ !"

"وہی تمھیں چھوڑنے بھی آیا ہوگا"

"ہاں — وہی چھوڑنے آیا تھا —"

"کون ہے یہ راج ؟"

"وہی نوجوان ہے جس نے میری جان بچائی تھی !"

"اور اس نے احسان کی قیمت لینے سے انکار کر دیا تھا!"

"وہ ایک بے غرض اور شریف نوجوان ہے!"

"درست ہے!"

مراری بابو نتھنے پھلا کر طنز یہ مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

"اس کی بے غرضی اور شرافت کا ثبوت رات ہی کو مل گیا۔ جب وہ تمہاری گاڑی پھاٹک پہ چھوڑ کر رفو چکر ہو گیا تھا —"

"کیا مطلب؟"

"اور جانتی ہو اس وقت تمہاری کیا حالت تھی؟ ... تم شراب کے نشہ میں دھت تھیں ... بار بار مِن مِنا مِن مِنا کر راج کو پکار رہی تھیں ... تمہارے ہونٹوں کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے..."

"اوہو... ڈیڈی ... وہ تو غلطی سے میں وہسکی کے دو بڑے پیگ پی گئی تھی —"

"تو تم نے وہسکی بھی شروع کر دی ہے؟"

"کیوں؟ ... بیئر، برانڈی اور وہسکی میں فرق ہی کیا ہے۔ کیا ہم لوگ ولایت میں کھانے کے ساتھ بیئر اور سردی بڑھنے پہ برانڈی نہیں پیتے تھے؟ آپ ہی تو لا کر ضد کر کے پلاتے تھے..."

"وہ تو وہاں کی آب و ہوا کے مطابق ضروری تھیں ... یہاں آ کر میں نے تمھیں کس دن بیئر، برانڈی اور وہسکی پلائی تھی؟"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں اور وہاں کی آب و ہوا میں اِن چیزوں کے لئے کیا فرق ہے ... برانڈی یا بیئر پلاتے وقت آپ نے مجھے کب یہ بات بتائی تھی؟"

"میں نے تمھیں وہسکی تو کبھی نہیں پلائی ۔"

"آپ نے نہیں پلائی تھی، مگر مجھ سے پینے کو منع تو نہیں کیا تھا۔ میں نے وہاں اکثر دوستوں کے ساتھ وہسکی پی تھی ۔"

مراری بابو کے ذہن کو ایک دھچکا سا لگا۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر رادھا کی طرف دیکھتے رہے، پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

" جانتی ہو ... اگر دن کا وقت ہوتا تو اس گھرانہ کی عزت ہی نیلام پہ چڑھ جاتی ... "

"کس بات سے نیلام پر چڑھ جاتی عزت ؟"

رادھا نے تیز لہجہ میں کہا۔

" وہسکی پینے سے ؟ ... ڈیڈی، یہ آپ کہہ رہے ہیں ؟ ... اتنے اونچے خیالات اور کھلے دماغ کے انسان ہو کر یہ آپ کہہ رہے ہیں ؟ ... کیا آپ جانتے نہیں کہ اگر آدمی یہ سب نہ کرے تو سوسائٹی میں جاہل کہلاتا ہے ... رات اور دن بھر میں کلبوں اور ہوٹلوں میں ہزاروں بوتلیں وہسکی بہہ جاتی ہے۔ اسے پینے والے کیا سب بے عزت ہوتے ہیں ؟ ... میں نے تو اس کلب میں سوسائٹی میں، ایک بھی ایسا نہیں دیکھا جو شہر میں عزت کی نظروں سے نہ دیکھا جاتا ہو ... "

" میں نے تمھیں سمجھانے کے لئے بلایا تھا ۔"

مراری بابو آنکھیں نکال کر بولے۔

" ... نہ کہ زبان چلانے کے لئے ... تمھیں رات میں نے جس حالت میں دیکھا ہے اس حالت میں اگر کوئی اور باپ اپنی بیٹی کو دیکھ لیتا تو اسی وقت قتل کر کے پھینک دیتا ... میں نے ضبط کیا، کیونکہ میں نے تمھیں ہمیشہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا ہے ، تم میرے ضبط کا یہ انعام دے رہی ہو ؟ ... تمھاری آنکھوں

میں شرم وندامت کا شائبہ تک نہیں ہے؟"

"شرم وندامت؟"

رادھا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا آج آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے اس سے پہلے تو کبھی اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں کیں۔ مجھے کس بات کی شرم اور ندامت کا احساس دلا رہے ہیں آپ؟ کیا میں نے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا ہے یا کسی کے یہاں ڈاکہ مارا ہے؟"

"ہاں، تم نے نقصان پہنچایا ہے خاندان کی عزّت اور آبرو کو — تم نے ڈاکہ مارا ہے خاندان کی اس عزت کے خزانہ پر، جس میں صدیوں سے کبھی ایک رتّی کی کمی بھی نہیں محسوس ہوئی۔ اس گھرانہ کو لوگوں نے آج تک عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھا ہے ... میں تمہیں اس عزّت اور احترام سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتا —"

"کیا مطلب؟ — کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" رادھا نے غصّہ سے کہا۔

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آج تک میں لاڈ و پیار میں تمہیں بے جا ڈھیل دے رہا تھا۔ مگر اب تمہیں یہ ڈھیل نہیں دی جائے گی۔ تم پہ کچھ پابندیاں عائد کی جائیں گی۔"

"آپ مجھ پر پابندیاں عائد کریں گے؟ — کون سے قانون کی کونسی دفعہ کے تحت ایسا کریں گے آپ؟ ... ڈیڈی! میں کوئی جاہل اور لٹھ گنوار لڑکی نہیں ہوں جس کے ہاتھوں میں چوڑیوں کی ہتھکڑیاں اور پیروں میں توڑوں کی بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا جائے۔ میں ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہوں، اور میں شخصی آزادی کی اہمیت جانتی ہوں ... میں جانتی ہوں کہ

ماں باپ کے تیئں اولاد پہ کچھ اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ...
مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اولاد ماں باپ کی غلام یا قیدی ہوتی ہو۔
میں تعلیم یافتہ ہوں۔ بالغ ہوں اور اپنا اچھا بُرا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت
بھی رکھتی ہوں... میں اندھیرے اُجالے کی اہمیت بھی جانتی ہوں.... میں
کسی کی پابندی قبول نہیں کر سکتی ..."

"رادھا ..." مراری بابو نے غصّہ سے چیخ کر کہا۔

"چلائیے مت ڈیڈی ... یورپ میں اتنے تیز لہجہ میں گفتگو کرنیوالے
والدین کے ساتھ اولاد کیا برتاؤ کرتی ہے، یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔
میں پھر بھی آپ کا لحاظ کر رہی ہوں — "

"بکومت — "

مراری بابو حلق پھاڑ کر چلائے۔

"اگر تم نے میری اجازت کے بغیر کوٹھی سے قدم بھی باہر نکالا تو میں
تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا... اور آج کے بعد تمہاری زبان پہ کبھی راج جیسے
کمینہ کا نام بھی آیا تو تمہاری زبان کاٹ کر پھینک دوں گا اور اس کمینے کو
گولی مار دوں گا — "

اُن کی آنکھیں غصّہ سے سُرخ ہو گئی تھیں اور سارا وجود تھر تھر کانپ
رہا تھا... دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ ایک لمحہ کے لیے
رادھا ڈر گئی لیکن دوسرے ہی لمحہ اس نے زور سے پیر پٹکے اور پلٹ کر تیز تیز
چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

اور مراری بابو قہر آلود نظروں سے اس دروازہ کو دیکھتے رہے جس سے
رادھا نکل کر گئی تھی۔

اتنے میں شامو آگیا۔

مراری بابو آہستہ سے بیٹھ گئے۔

شامو آہستہ سے بولا۔

"یہ آپ نے اچھا نہیں کیا چھوٹے مالک۔۔۔"

"شامو۔۔۔ میرے اعتماد کو اتنا زبردست دھکّا لگا ہے، کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔۔۔"

"میں جانتا ہوں مالک۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔۔ بھگوان کو دیکھا نہیں تو عقل سے تو پہچانا ہے۔۔۔ میں پڑھا لکھا نہ سہی، مگر یہ بال بھی دھوپ میں سفید نہیں کیے۔۔۔ میں نے زمانہ کی نرم و گرم اور دھوپ چھاؤں بہت دیکھی ہیں۔۔۔ جوان ادھ دا ایک ایسا بہتا دھارا ہوتی ہے جس کے بہاؤ پر کوئی بندھ نہیں باندھا جا سکتا۔۔۔ کسی درخت کا پھیلاؤ روکنے کے لیے اس میں شروع ہی سے کتر بیونت کی جاتی ہے۔۔۔ رادھا کو آپ نے جس طرح پالا اور پرورش کیا ہے اس میں کبھی کوئی بندش اور کوئی رکاوٹ سامنے نہیں رکھی۔۔۔ بچہ کا ذہن معصوم ذہن ہوتا ہے۔۔۔ گیلی مٹی کی طرح اسے جس سانچہ میں چاہو ڈھال لو۔۔۔ مگر یہی سانچہ جب سوکھ کر سخت ہو جائے تو سختی سے ٹوٹ تو سکتا ہے، اپنی صورت نہیں بدل سکتا۔۔۔ ایسی حالت میں نرمی سے آہستہ آہستہ تراش خراش کر کے اس کی صورت تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، نہ کہ اتنی سختی سے۔۔۔"

"میں کیا کروں۔ شامو۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔۔۔"

"آپ دھیرج رکھیے مالک۔۔۔ بھگوان نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

...سب ٹھیک ہو جائے گا..."

اور مراری بابو آہستہ آہستہ سگار سلگانے لگے ...اچانک ان کا سکریٹری ہانپتا کانپتا ہوا اندر داخل ہوا اور جلدی جلدی بولا۔

"سر...سر...ایک خوشخبری ہے..."

"کیا ہے؟" مراری بابو نے بھاری لہجہ میں کہا۔

"مم...میرے ڈیڈی کا فون آیا ہے آپ کے پاس..."

"اوہ..." مراری بابو آہستہ سے بولے۔

پھر وہ اٹھ کر پرمود کے ساتھ ٹیلی فون والے کمرہ میں آئے اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو...اِٹس از مراری سپیکنگ۔"

پھر قدرے ٹھہر کر

"اوہ...آپ ہیں؟...جی ہاں اب بھی میرے ہی ساتھ رہتا ہے۔ ...جی ہاں...میں اسی لیے اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا کہ وہاں بھٹکتا پھرتا...آپ سے پرانے مراسم تھے...میں نے سوچا تھا آپ سے مل کر اس کے متعلق گفتگو کروں گا...مگر یہاں آ کر الجھنوں میں ایسا گرفتار رہا کہ آپ سے مل بھی نہ سکا...اوہ...آپ بیمار ہیں؟...جی ہاں جی ہاں... میں سمجھ رہا ہوں...اچھا...میں خود کسی وقت اسے لے کر آؤں گا...جی... بہتر ہے...بہت اچھا...خدا حافظ..."

پھر انھوں نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ اچانک شامو بھاگتا ہوا آیا۔

"مالک...غضب ہو گیا مالک..."

"کیا ہوا؟" مراری بابو گھبرا کر بولے۔

"رادھا گھر چھوڑ کر جا رہی ہے۔"

"اوہ..." مراری بابو کے نتھنے غصّہ سے پھول گئے۔ پھر وُہ تیزی سے باہر نکل آئے۔

پرمود اور شامو اُن کے ساتھ تھے۔

شامو تیزی سے ان کے برابر آکر بولا ---

"مالک... بھگوان کے لئے اس وقت اُس سے کچھ نہ کہیئے گا... بھگوان نہ کرے وُہ کوئی بدتمیزی نہ کر بیٹھے۔ اس وقت وُہ بہت غصّہ میں ہے، اپنے ہوش میں نہیں ہے..."

مراری بابو کچھ نہ بولے۔

وُہ رادھا کے کمرہ کے دروازہ پر پہنچ کر رک گئے... انھوں نے دیکھا رادھا جلدی جلدی ایک اٹاچی میں اپنے کپڑے رکھ رہی ہے۔ مراری بابو کمرہ میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"میں جا رہی ہوں!" رادھا نے اُن کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"کہیں بھی جاؤں، آپ کو اس سے مطلب؟... میں کوئی قیدی نہیں ہوں جس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا جائے... کسی کی محتاج بھی نہیں ہوں... پڑھی لکھی ہوں... اپنے لئے کما سکتی ہوں..."

"اور کیا اس پر بھی غور کیا ہے تم نے، کہ تمھیں پڑھا لکھا کر اس قابل کس نے بنایا ہے؟"

"آپ نے... مگر آپ نے اپنا فرض ادا کیا ہے... میرے اوپر کوئی

احساس نہیں کیا ... "

"اور تم یہ اپنا فرض ادا کر رہی ہو ... "

"جی ہاں ... آدمی کا سب سے بڑا فرض اپنے حقوق اور آزادی کے لئے جنگ ہوتا ہے ... "

مراری بابو نے کچھ کہنا چاہا، مگر شامو نے اُن کا ہاتھ دبا دیا۔ رادھا کا چہرہ بتا رہا تھا، کہ اس وقت وہ بغاوت پر آمادہ ہے۔ اور یہ وہ آندھی تھی جسے پردوں سے نہیں روکا جا سکتا تھا۔ مراری بابو کچھ سوچتے رہے۔ اُن کے چہرے پر انتہائی انتشار اور اضطراب کے آثار تھے۔

پھر وہ شامو کو کھینچ کر باہر آ گئے اور انھوں نے تیزی سے باہر سے دروازہ بند کر دیا اور چٹخنی بھی چڑھا دی۔

شامو نے حیرت سے کہا۔

"یہ آپ نے کیا کیا مالک ----؟"

"اپنا فرض ادا کر رہا ہوں ... رعایا جب بغاوت پر آمادہ ہو جائے تب سے بھی قفس میں رہنا پڑتا ہے ... گھر کا مالک اس پاسبان حتی الامکان گندگی سے بچاؤ کی کوششیں ضرور کرتا ہے "

ایک لمحہ ٹھہر کر ----

"اب میری اجازت کے بغیر دروازہ نہیں کھولا جائے گا"

اندر سے رادھا اتنی زور زور سے دروازہ پیٹ رہی تھی، جیسے وہ پاگل ہو گئی ہو۔ ساتھ ہی وہ چیختی بھی جا رہی تھی ----

"کھولیئے ... دروازہ کھولیئے ... ورنہ میں دروازہ توڑ دوں گی "

سیٹھ مہندر ناتھ نے کراہ کر کروٹ بدلنے کی کوشش کی ۔۔ مگر اپنے زور سے کروٹ نہ بدل سکے، اور ویسے ہی لیٹے رہ گئے ۔۔۔ اُن کی نگاہیں دروازہ پر جمی ہوئی تھیں ۔۔۔ اتنے میں مراری بابو اور پرمود ایک نوکر کے ساتھ اندر داخل ہوئے ۔

پرمود انھیں دیکھ کر ان کی طرف لپکتا ہوا بولا ۔

"ڈیڈی ۔۔۔ !"

"خبردار!"

مہندر ناتھ نے ہاتھ اٹھا کر غصّہ سے کہا ۔

"میرے قریب آیا تو گولی ماردوں گا ۔۔۔"

اور پرمود بوکھلاہٹ میں ناچ کر رہ گیا ۔ پھر جلدی سے مراری بابو کے پیچھے چھپ گیا ۔

مہندر ناتھ نے مراری بابو سے کہا ۔

"آیئے ۔۔۔ مراری بابو تشریف رکھیئے ۔۔۔ معاف کیجیے ۔۔۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اُٹھ کر آپ کا استقبال کرسکوں ۔"

"کوئی بات نہیں ۔۔۔ "، مراری بابو مسکرا کر بیٹھتے ہوئے بولے ۔

"لیکن آپ پہلے اس مردود کو باہر نکال دیجیے ۔" مہندر ناتھ نے پرمود کی طرف اشارہ کیا ۔

"سنیئے تو سہی سیٹھ صاحب !"

مراری بابو نرم لہجہ میں بولے

"خود آپ نے ہی تو ٹیلیفون کر کے اسے بلوایا ہے، اور اب پھر

ناراض ہو رہے ہیں ... "

"ارے میں سمجھتا تھا، یہ مردود اتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد سنبھل چکا ہوگا ... اِسے عقل آ چکی ہوگی ... لیکن آپ دیکھ رہے ہیں جن باتوں سے میں جلتا ہوں، وہی آج بھی سامنے ہیں ..... ذرا اِس مردود کو سامنے تو کھڑا کیجیے ... "

مراری بابو نے پرمود کا ہاتھ پکڑ کر سامنے کر دیا۔ پرمود کے جسم پر گہرے سُرخ رنگ کا سوٹ اور گہرے زرد رنگ کی قمیص تھی۔ قمیص کو اس نے اُلٹا کر کے پہن رکھا تھا۔ یعنی آگے کا کالر پیچھے تھا اور پیچھے کا کالر آگے ... پیروں میں جوتے بھی اُلٹے تھے ... یعنی دائیں پیر کا جوتا بائیں پیر میں تھا اور بائیں پیر کا جوتا دائیں پیر میں ... "

مراری بابو خود ہنگامی حالت میں گھر سے چلے تھے اس لیے وہ اس طرف دھیان نہ دے سکے تھے۔ انھیں پرمود کی ہیئت کذائی دیکھ کر خود بھی ہنسی آ گئی ... دھندر ناتھ نے کہا۔

" دیکھ لیا آپ نے؟ ... اس فیشن کے چکر میں اس نے اپنے برسوں گنوائے ہیں ... جتنے دن یہ انگلینڈ میں رہا ہے اتنے عرصہ میں لوگ وہاں سے پروفیسر اور انجینئر ہو کر لوٹتے ہیں اور ہزاروں روپوں کی تنخواہ پر لگ جاتے ہیں۔ میں نے اس مردود کو اس لیے وہاں بھیجا تھا کہ وہاں رہ کر یہ انجینیرنگ کی تعلیم حاصل کر لے گا لیکن اس نے وہاں پر یہ ڈگریاں حاصل کی ہیں ... اُلٹا جوتا، اُلٹی قمیص اور اُلٹی کھوپڑی ... "

" بچّہ ہے ... اِس بار اسے اور معاف کر دیجیے۔"

" ارے صاحب، اب کیا اُس وقت بالغ ہوگا جب سینگ نِکل

آئیں گے ...؟"

مہندر ناتھ نے غصّہ سے کہا

"میں نے سوچا تھا کہ ایک شریف آدمی کے یہاں رہ کر اس کی عقل درست ہو چکی ہو گی... اِدھر میں بستر سے لگ گیا ہوں ... سارا کاروبار نوکروں کے ہاتھوں میں جا پڑا ہے۔ وہ سیاہ کریں یا سفید ... اگر یہ سارا کاروبار برباد ہو جائے تو میرا کیا نقصان ہے۔ یہ اکلوتی اولاد ہے ... میں نے سوچا تھا، سب کچھ خود ہی سنبھال لے گا ... مگر ..."

"وہ سب ٹھیک ہے سیٹھ صاحب!"

مراری بابو نے کہا۔

"لیکن وقت پر کھوٹا پیسہ اور بگڑا بیٹا ہی کام آتے ہیں ... یہ نادان ہے، ... میرے خیال میں اب آپ اِسے معاف کر دیجئے ___"

مہندر ناتھ منہ بنائے لیٹے رہے اور پرمود دونوں ہاتھ باندھے انتہائی معصوم اور مظلوم بنا کھڑا رہا۔ پھر سیٹھ مہندر ناتھ نے خود ہی کہا۔

"میں نے اس کم بخت کے لئے کیا کیا خواب دیکھے تھے، سب خاک میں مل کر رہ گئے ... پرائی لڑکی آج تک اس کے انتظار میں کنواری بیٹھی ہے ... وہ بھی تو پڑھی لکھی ہے ..."

"لڑکی ___!" پرمود ہونٹوں میں بڑبڑایا۔

"میرے دوست دینا ناتھ کی لڑکی ہے۔ آپ تو انھیں جانتے ہوں گے"۔

"دینا ناتھ ... جن کا الیکٹرو پلیٹنگ کا بہت بڑا پلانٹ تھا؟"

"جی ہاں ... اُن ہی کی بے ماں کی بچّی ہے ... دینا ناتھ نے اُسے بھی آکسفورڈ ہی پڑھنے بھیج رکھا تھا۔"

"آکسفورڈ — !"

پرمود چونک کر بولا —

"وہاں ایسی کون سی لڑکی ہے، جسے میں نہ جانتا ہوں — "

"سُن لیا آپ نے ؟"

مہندر ناتھ آنکھیں نکال کر بولے۔

"یہ نالائق وہاں تعلیم حاصل کرنے نہیں گیا تھا، صرف فیشن سیکھنے اور لڑکیوں کا انسائیکلوپیڈیا بننے گیا تھا ... میں تو اس کی عادتیں یہاں کے سکول کے زمانے سے جانتا تھا، اسی لئے میں نے دینا ناتھ سے کہہ دیا تھا، کہ وہاں پر اپنی لڑکی کو اس سے نہ ملنے کی ہدایت کر دیں ... ڈاکٹریٹ کر کے آئی ہے وہاں سے پچھلے سال ... وہی اس نالائق کے متعلق سب کچھ لکھتی رہتی تھی ... مگر اس سے ملتی نہیں تھی ... یہاں اس کے باپ کے ساتھ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہو گئی ... انھوں نے اپنا پلان ایک رشتہ دار کی شرکت میں ڈالا تھا۔ جب پلان چلنے لگا تو شرکت دار کے دل میں بے ایمانی آنے لگی اور اس نے ایک رند دھوکا سے سب کچھ اپنے نام لکھا لیا — دینا ناتھ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے، بیمار پڑ گئے ... مگر اس لائق لڑکی نے انھیں اتنا دلاسہ دیا کہ کوئی بیٹا بھی ہوتا تو نہ دیتا ... آج کل وہ نوکری کر رہی ہے، اور باپ کا علاج کرا کے اس نے چلنے پھرنے کے قابل کر دیا ہے۔ اتنی پڑھی لکھی ہونے کے باوجود بھی وہ اپنے اس نکھٹو ... نالائق منگیتر کے انتظار میں بیٹھی ہے، سچ پوچھیے تو مجھے اُسی لڑکی کی وجہ سے اسے اور معاف کرنا پڑ رہا تھا ... کل ہی دینا ناتھ نے مجھے فون کیا تھا ... وہ تھوڑی دیر میں آنے والے ہیں اپنی لڑکی کے ساتھ ... انھوں نے اس کی زبردست سفارش کی تھی ...

اب بتائیے ... وہ آئیں گے تو اس نالائق کو اس حال میں دیکھ کر کیا سوچیں گے ... اور وہ لڑکی ... جس نے اپنا مستقبل اُس کے انتظار میں داؤ پر لگا رکھا ہے، وہ اِسے دیکھ کر کیا سوچے گی؟"

"کچھ نہیں سوچے گی"

مرادی بابو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

پھر انہوں نے پرمود کی طرف دیکھ کر کہا

"ارے اب تم کیا منہ دیکھ رہے ہو کھڑے .... چلو ... معافی مانگو اپنے پتاجی سے ..."

"نہیں ..."

پرمود نے سنجیدگی سے کہا

"میں اس طرح ڈیڈی سے معافی نہیں مانگ سکتا ..."

"سُن لیا آپ نے ۔۔۔!"

مہندر ناتھ نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"نکالیے اس نالائق کو اسی وقت، میرے سامنے سے ہٹا دیجیے"

وہ ایک طرف جھک کر چھڑی اٹھانے لگے ... اور پرمود سر پٹ باہر کو دوڑ لیا ... مہندر ناتھ نے لیٹتے ہوئے کہا۔

"ناممکن ... قطعی ناممکن ... یہ کمینہ کبھی نہیں سُدھر سکتا ... میں اُس معصوم کی زندگی تباہ نہیں کر سکتا ..."

اتنے میں ایک نوکر نے آکر کہا۔

"مالک ... دینا ناتھ جی اور ان کی بیٹی آئے ہیں۔"

"آگئے وہ لوگ... بھیجدو انھیں، اندر بھیجدو۔"

تھوڑی دیر بعد دینا ناتھ اور ان کی بیٹی اندر آئے۔ دینا ناتھ ایک دُبلے پتلے، کمزور اور فکر مند آنکھوں والے بوڑھے تھے اور اُن کے ساتھ جو لڑکی تھی اس کے جسم پہ ایک سادہ سے رنگ کی ساڑھی اور ایک گرم سوئٹر تھا۔ پیروں میں ہلکے سے چپل... اور چہرہ پہ ایک گہرا سکون اور اطمینان... ساڑھی کا آنچل بڑے سلیقہ سے سر پہ ڈھکا ہوا تھا ـــ اور مراری بابو! ـــ وہ بہت غور سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

لڑکی نے آگے بڑھ کر مہندر ناتھ کے پیر چھوئے ـــ اور مہندر ناتھ نے آہستہ سے کہا۔

"جیتی رہو بیٹی ـــ جیتی رہو ـــ بیٹھ جاؤ ـــ"

دینا ناتھ اور ان کی لڑکی بیٹھ گئے۔

مہندر ناتھ نے مراری بابو سے کہا۔

"یہ دینا ناتھ جی ہیں... میرے بہت پرانے اور اچھے دوست... اور یہ اُن کی بیٹی شیلا ہے جس کا میں ابھی ذکر کر رہا تھا!"

"نمستے ـــ!"

شیلا نے بڑے ادب سے دونوں ہاتھ جوڑ کر مؤدب مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"جیتی رہو، بیٹی۔ جیتی رہو ـــ" مراری بابو ڈبڈبائی آواز میں بولے۔ ان کے سامنے شیلا تھی اور ان کے تصوّر میں اس وقت رادھا کی تصویر بار بار گھوم رہی تھی... شیلا بھی آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ تھی اور رادھا بھی۔ مگر کون کہہ سکتا تھا کہ اس لڑکی نے یورپ میں تعلیم پائی ہے۔ بالکل ایسا لگتا

تھا جیسے ابھی ابھی رسوئی گھر سے نکل کر چلی آ رہی ہے ـــ کتنا وقار، کتنی طمانیت اور کتنا سکون تھا اس کے چہرہ پر ... مراری بابو کو اپنا دل ڈوبتا ہوا سا محسوس ہونے لگا ...

شیلا نے قدرے توقف سے نیچے لہجہ میں ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ مراری بابو کی طرف دیکھ کر کہا ۔

" میں آپ کو جانتی ہوں ـــ ! "

" اچھّا ـــ ! " مراری بابو نے آہستہ سے کہا

" آپ رادھا بہن کے پتا ہیں ... اکثر آپ یونیورسٹی انھیں چھوڑنے آیا کرتے تھے ـــ "

" مگر میں نے تمھیں کبھی نہیں دیکھا ... حالانکہ رادھا کی کوئی دوست ایسی نہیں ہے جسے میں نہ جانتا ہوں "

" رادھا بہن سے میرے مراسم نہیں تھے ... میں ان سے دو سال آگے تھی ... مگر ہم وطن ہونے کے ناطے مجھے ان سے اُنسیت سی تھی ـــ لیکن کوئی ایسا موقع کبھی نہ مل سکا کہ میں ان سے مل بیٹھتی ۔ میرا اور ان کا حلقۂ احباب بھی الگ تھا اور تفریحات بھی مختلف تھیں "

" سچ کہتی ہو بیٹی، تم سچ کہتی ہو ـــ " مراری بابو کی آواز اور بھاری ہو گئی ۔

" اس روز رادھا بہن کو ایور گرین پوائنٹ پر حادثہ پیش آ گیا تھا اب کیسی ہیں وہ ؟ "

" اچھی ہیں ... بہت اچھی ہیں " مراری بابو نے آہستہ آہستہ کہا ۔

اچانک پرمود پھر کمرہ میں داخل ہوا اور دھنیدر ناتھ نے غصّہ سے

چھڑی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آ گیا نالائق ___؟"

"جی ہاں ڈیڈی جی!"

پرمود نے مؤدبانہ انداز میں سر جھکا کر کہا۔

"آپ کا یہ نالائق اب معافی مانگنے کے لئے آ گیا ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ اس قابل نہیں تھا، کہ آپ سے معافی مانگ سکے ..."

اور مہندر ناتھ اسے حیرت سے دیکھتے رہ گئے ... کیونکہ اس وقت پرمود کے جسم پر ایک سنجیدہ سا سوٹ تھا ... قمیض بھی سیدھی پہنے تھا اور جوتے بھی سیدھے ... اُس نے آگے بڑھ کر مہندر ناتھ کے پیر چھوتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کر دیجئے پتا جی ... بھگوان کے لئے مجھے معاف کر دیجئے!"

مہندر ناتھ غور اور حیرت سے پرمود کو دیکھتے رہے ... پرمود کچھ دیر تک اُن کے پیر پکڑے رہا، پھر جلدی سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ پھر تیزی سے پلٹ کر وہ دینا ناتھ کی طرف گیا اور اُن کے پیر پکڑنے کے لئے جھکا۔ مگر جھکتے ہوئے ذرا سا موشن بدل گیا اور بجائے دینا ناتھ کے پیروں کے اس کے ہاتھ شیلا کے پیروں تک پہنچ گئے اور شیلا گھبرا کر کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔

"ارے ارے ... یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

"ایں ___!"

پرمود نے چونک کر اوپر دیکھا پھر بولا۔

"اوہ ___ نشانہ چوک گیا تھا ___ معاف کیجئے گا میں اپنے ہونے والے سسر جی کے پیر تلاش کر رہا تھا ___"

پھر اُس نے جلدی سے دینا ناتھ کے پیر پکڑتے ہوئے کہا

"ڈیڈی! انکل... بھگوان کے لئے مجھے پتا جی سے معافی دلوا دیجئے۔"

"ارے اٹھو بیٹا... اُٹھو... میں تو پہلے ہی منہ سے کہہ چکا ہوں کہ وہ تمھیں معاف کر دے... اولاد سے غلطی ہو ہی جاتی ہے... اگر بزرگ اسی طرح انھیں چھوڑ دیا کریں تو ان کی اصلاح کب ہوگی... وہ تو اور زیادہ تباہی کے غار میں گرتے چلے جائیں گے۔"

پھر انھوں نے مہندر ناتھ سے کہا

"چلو، اب تم میرے داماد کو معاف کر دو۔ ورنہ میرا تمھارا جھگڑا ہو جائے گا۔"

"جی ہاں —"

پرمود مہندر ناتھ کی طرف مڑ کر بولا۔

"اب تو معاف کر دیجئے پتا جی... اب تو میرے ہونے والے سسر جی بھی آپ سے جھگڑا کرنے کو تیار ہیں... اور میرا مطلب ہے میری سفارش کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپ کو ایک نالائق بیٹے کی ضرورت ہے اور مجھے ایک لائق باپ کی... اور میرے ہونے والے سسر جی کو ایک نالائق داماد کی ضرورت ہے، تاکہ ان کی بیٹی... یعنی میری پتنی کو مجھے سدھارنے کا مشغلہ ہاتھ آئے اور مجھے ایک ایسی ہی پتنی کی ضرورت ہے جو اس گدھے کی جھول اتار کر آدمیت کی جھول پہنا سکے۔"

اور شیلا منہ پہ آنچل رکھ کر بے ساختہ مسکرا پڑی... دینا ناتھ بھی اپنی مسکراہٹ نہ روک سکے... دوسری طرف مہندر ناتھ اپنی ہنسی روکتے روکتے بے ساختہ ہنس پڑے... اور پرمود لپک کر اُن کے پیروں سے لپٹتا ہوا بولا۔

"آپ نے معاف کر دیا۔ ڈیڈی... آپ نے مجھے معاف کر دیا —"

"ہاں بیٹا — میں نے تجھے معاف کر دیا —"

دھندر ناتھ نے ہنستے ہوئے ہی کہا اور پرمود کو اٹھا کر گلے سے لگا لیا...
وہ بے ساختہ ہنسے جا رہے تھے لیکن ہنستے ہنستے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے
لگے.. اور وہ پرمود کو لپٹا کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے...

۱۰

دس

رادھا کا غصّہ کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا. اس نے کمرہ کے درمیان میں
کھڑے ہو کر کمرہ میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں... کمرہ کیا، کباڑ خانہ معلوم
ہو رہا تھا. اُس نے ایک ایک چیز اُلٹ پلٹ کر رکھ دی تھی. میزیں اُلٹی پڑی
تھیں، کرسیاں اوندھی پڑی تھیں... بستر فرش پر بے ترتیب پڑا تھا....
فریم ٹوٹے پڑے تھے اور گلدان چکنا چور ہو چکے تھے.... شیشے کرچوں کی شکل میں
بکھرے ہوئے تھے۔

آخر میں اُس نے دروازہ کے قریب پہنچ کر زور زور سے دروازہ پیٹ
ڈالا اور چیخ کر بولی۔

" او ـــ شانو کے بچّے ـــ بڈھے ـــ دروازہ کھول ـــ نہیں تو
تجھے گولی مار دیں گے ـــ"

مگر باہر سے کوئی جواب نہیں ملا... رادھا کچھ دیر تک دروازہ زور زور
سے پیٹتی رہی ـــ پھر ایک ٹھوکر زور سے دروازہ میں ماری اور تھک ہار کر زمین پر
اکڑوں بیٹھ گئی... پھر ادھ ٹوٹا گلدان اٹھا کر اس نے زور سے دروازہ پر دے مارا۔

مراری بابو تھکے تھکے سے گھر میں داخل ہوئے۔ ہال میں ہی انہیں شامو نظر آ گیا۔ اس کا چہرہ بھی اُترا ہوا تھا۔

انھوں نے شامو سے پوچھا۔

" ماں جی اب کیسی ہیں ؟ "

" ٹھیک ہی ہیں "۔ شامو آہستہ سے بولا " بس چپ چاپ پڑی ہیں "

" اور رادھا ـــــ ؟ "

" وہ کمرہ میں ہی بند ہے "

" کھانا دیا تھا اُسے ؟ "

" نہیں ـــــ میں نے اس ڈر سے نہیں کھولا تھا کہ کہیں چلی نہ جائیں "

" بھوکی ہے ابھی تک میری بچّی ـــــ "

مراری بابو کی آواز بھرّا گئی۔

" جاؤ، کھانا لے کر آؤ۔ میں لے جاؤں گا اس کے لیے کھانا ـــــ "

" آپ نے بھی تو نہیں کھایا ہے اب تک "

" میں بعد میں کھا لوں گا ـــــ "

تھوڑی دیر بعد شامو کھانے کی تھالی لے آیا... اس میں سوپ کی پلیٹ بھی تھی۔ مراری بابو نے اس کے ہاتھ سے کھانے کی تھالی لے لی، اور رادھا کے کمرہ کی طرف چلے ـــــ کمرہ کے قریب پہنچ کر انھوں نے شامو کو اشارہ کیا۔ شامو نے آگے بڑھ کر چٹخنی کھولی اور وہ اندر داخل ہو گئے۔

اور پھر ـــــ کمرہ کی حالت دیکھ کر وہ بھونچکا سے رہ گئے... کمرہ میں رادھا

موجود نہیں تھی۔

"رادھا — رادھا بیٹی!" مراری بابو نے پکارا۔

مگر رادھا ہوتی تو جواب ملتا — پھر اُن کی نظریں کھڑکی کی طرف گئیں، اور وہ چونک پڑے۔ کھڑکی میں سے ایک چادر بندھی ہوئی نیچے لٹک رہی تھی، جس کا ایک سرا پلنگ کے پائے سے بندھا ہوا تھا۔

اور مراری بابو کو ایسا محسوس ہوا جیسے انھیں بہت زور کا چکر آرہا ہو۔ گلاس کی تھالی اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔

رادھا نے ٹیکسی سے اُتر کر کرایہ ادا کیا اور تیز تیز چلتی ہوئی وہ کلب کے ہال میں داخل ہو گئی۔ پھر اُس نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ کئی اطراف سے ہیلو ہیلو کی آوازیں آئیں مگر اُس نے کسی کا جواب نہیں دیا — وہ تیز تیز چلتی ہوئی ہال سے بلیرڈ روم میں آئی۔ بلیرڈ روم میں بھی اُسے راج نظر نہ آیا۔

پھر وہ وہاں سے بھی نکل آئی ... بال روم کی طرف آئی تو اس نے راج کو دیکھا، جو بال روم میں ایک اینگلو انڈین براؤن بالوں والی لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ لڑکی بالکل راج سے چمٹی ہوئی سی تھی اور راج کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ نشہ میں ہے۔

رادھا جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہی ... راج نے چکر لیتے ہوئے ایک بار اچٹتی سی نظر رادھا پر ڈالی مگر پھر آنکھیں بند کر لیں اور رادھا غصہ

میں ہونٹوں سے "پھوہ" کی آواز نکال کر رہ گئی۔
کچھ دیر بعد راؤنڈ ختم ہوا۔ اور راج اس لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈالے
رادھا کے قریب سے گزرنے لگا ۔۔۔
رادھا نے اُسے پکارا۔
"راج ..."
مگر جواب ندارد۔
رادھا تیز تیز راج کے ساتھ چلتی ہوئی بولی۔
"راج بابو... میری بات تو سُنو"
"فرمایئے" راج نے اطمینان سے کہا
"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں"
"کہیئے ۔۔۔" بڑا خشک سا جواب تھا۔
"اس طرح نہیں۔ کہیں بیٹھ کر کریں گے ۔۔۔"
اتنے میں اینگلو انڈین لڑکی کو کسی اور نے مخاطب کر لیا اور وہ اس
طرف چلی گئی ۔۔۔ راج کاؤنٹر کی طرف بڑھتے ہوئے سگار نکالنے لگا....
رادھا نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔
"تو تم میری بات نہیں سُنو گے ۔۔۔؟"
"کانوں سے سُنا کرتے ہیں۔ میرے کان آپ کی آواز کی طرف ہی ہیں"
کاؤنٹر پر پہنچ کر راج نے دو پیگ کا آرڈر دیا اور سگار سلگا کر رادھا
کی طرف مُڑا۔
"میں یہ کہہ رہی تھی" رادھا نے کہا "کہ میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے"
"بڑی خوشی کی بات ہے" راج دھیرے سے مسکرایا۔

پیگ لے کر اُس نے ایک پیگ رادھا کو دیا اور پیگ ٹکرا کر بولا۔

"آپ کے گھر چھوڑنے کی خوشی میں —"

"تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ میں نے کیوں گھر چھوڑا ہے ..."

"آپ شاید خود ہی بتلانے والی ہیں!"

"وہ لوگ میری آزادی پر پابندیاں لگانا چاہتے تھے!" رادھا نے پیگ سے گھونٹ لے کر کہا۔ "مجھے بند کر کے رکھنا چاہتے تھے — میں نے قید ہونا منظور نہیں کیا!"

"بہت خوب!" راج مسکرایا۔

"ڈیڈی نے کل مجھے نشہ کی حالت میں دیکھ کر بہت بُرا منایا تھا .... مجھے نہیں معلوم تھا کہ ڈیڈی بھی اتنے قدامت پسند ہوں گے۔ دادی ماں تو بے ہوش ہی ہو گئی تھیں!"

"بہت خوب!" راج مسکرایا۔

رادھا نے پیگ خالی کرتے ہوئے کہا۔

"اور وہ کہہ رہے تھے، خبردار جو آئندہ راج سے ملی تو ٹانگیں توڑ دوں گا!"

"بہت خوب!" راج ایک قہقہہ لگا کر پھر بولا "اس خوشی میں ایک ایک پیگ اور سہی!"

ایک ایک پیگ [illegible] بنایا گیا اور دونوں پیگ پی لئے گئے۔

دوسرے راؤنڈ کے لئے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔ راج نے رادھا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا — وہ لوگ فلور کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ رادھا ٹھٹھک کر رک گئی۔ اس نے اپنے بالکل سامنے مراری بابو کو کھڑے دیکھا تھا۔ چند لمحے کے لئے اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ لیکن [illegible] نے خود کو سنبھال لیا اور پھر گردن

اکرڈاکرا اُس نے راج کا ہاتھ اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔

اور مراری بابو ــــ !

ان کے چہرہ سے ایسا محسوس ہو رہا تھا، جیسے یا تو وہ رادھا اور راج کا خون کر دیں گے، یا چیخیں مار مار کر رو پڑیں گے… یا اپنے آپ کو ختم کر لینگے۔

پھر انھوں نے آہستہ سے کہا۔

"رادھا… گھر واپس چلو ــــ"

"کونسے گھر ــــ؟"

رادھا نے گردن جھٹک کر پوچھا۔

"اس گھر میں… جہاں آپ نے مجھے قید کر دیا تھا؟… کیا سمجھ کر قید کیا تھا آپ نے مجھے…"

"بیٹی سمجھ کر ــــ"

"بیٹی غلام نہیں ہوتی جو آپ کے اشاروں پر ناچے… میں اس جہنم میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گی ــــ"

"شاباش ــــ!"

راج ہنس کر بولا۔

"یورپ ریٹرن لڑکیاں ایسی ہی بہادر ہوتی ہیں!"

اور دوسرے ہی لمحہ راج کے چہرہ پر مراری بابو کا ایک زوردار چانٹا پڑا۔

"کمینہ… تو ہی میری بچی کو ورغلا رہا ہے… اُسے اندھے غار کی طرف دھکیل کر لیے جا رہا ہے۔"

مگر راج نے کچھ نہیں کہا۔ وہ اور زور زور سے ہنستا رہا… ان لوگوں کے گرد بھیڑ جمع ہو گئی تھی۔ رادھا نے زور سے چیخ کر کہا۔

"ڈیڈی ——!"

دوسرا چانٹا رادھا کے گال پر پڑا اور رادھا لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

وہ گال تھامے ہوئے مراری بابو کو قہر آلود نظروں سے گھورتی رہی پھر اُس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں... اور پھر... اچانک اس کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اس نے نتھنے پھلا کر کہا۔

"آپ نے مجھے مارا ہے... سوسائٹی میں میری بے عزّتی کی ہے.... ایک کمزور لڑکی سمجھ کر... آپ کی ہمّت کیسے ہوئی ——؟"

نشہ گہرا ہو چکا تھا اور اس کے ذہن میں ایک ہی بات تھی۔ سوسائٹی میں اس کی بے عزتی ہوئی تھی... اور اُسے اس وقت اپنے سامنے کھڑے ہوئے مراری بابو اپنے سب سے بڑے دشمن نظر آرہے تھے۔

اور پھر ——!

انتہائی غیظ کے سبب وہ پاگل سی ہو گئی۔ اُسے کچھ بھی نہ نظر آیا اور پھر اس کا ہاتھ پوری قوّت سے اٹھا۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ ہاتھ مراری بابو کے کان تک پہنچتا... وہ ہاتھ راج کی گرفت میں آچکا تھا۔ پھر وہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"چہ چہ چہ... بُری بات ہے مس رادھا... یہ تمھارے ڈیڈی ہیں..." پھر اُس نے مراری بابو کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا "سوچو تو سہی۔ انھوں نے ہی تو تمھیں پیدا کیا ہے... بڑے ناز و نعم سے تمھاری پرورش کی ہے"

"کوئی احسان نہیں کیا مجھ پر...؟"

رادھا تھر تھر کانپتی ہوئی غصّے سے بولی۔

"انھوں نے پیدا کیا تھا تو ان کی ذمہ داری تھی میری پرورش کرنا!"

"ذرا یہ تو سوچو... کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں تمھارے لیے انھوں نے ... کبھی تمھیں غصہ بھری نظروں سے نہیں دیکھا ... تمھیں اپنے ساتھ یورپ لے گئے ... وہاں تمھیں اعلیٰ تعلیم دلوائی ... تمھیں دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے سے نہیں روکا ... تمھیں سوسائٹی کے آداب و سلیقہ سیکھنے میں مدد دی ... تمھیں اپنے ساتھ میز پر بیٹھ کر بیئر اور برانڈی پینا سکھایا ... آج انھیں کی بدولت سوسائٹی میں تمھاری اتنی عزت ہے۔ اور تم کہتی ہو کہ انھوں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔"

"ہاں ہاں ... مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا ... ہزار بار کہوں گی کہ مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا ... انھوں نے جو کچھ کیا وہ ان کا فرض تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ان کے کہنے سے اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال لوں ... اور پھر .... انھیں کیا حق پہنچتا ہے سوسائٹی میں اس طرح میری بے عزتی کرنے کا ...؟"

پھر وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور تیز تیز چلتی ہوئی کاؤنٹر پہ پہنچی، اور تیز لہجہ میں بولی۔

"ایک بڑا پیگ ... وہسکی ..."

راج نے اس کی طرف دیکھا، پھر مڑ کر مراری بابو کی طرف دیکھا۔ اور مراری بابو! ـــــ وہ تو اس طرح کھڑے ہوئے تھے جیسے ان کے پیر زمین میں اگر گئے ہوں ... جیسے انھیں سکتہ ہو گیا ہو ... یا ان کا جسم پتھر کا ہو گیا ہو ... ان کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں، اور چہرہ پر انتہائی کرب کے آثار تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی چیخیں مار مار کر رونے لگیں گے۔

اور ان کے گرد بہت سارے لوگ کھڑے ہوئے تھے جن میں سرلا تھی، کامنی اور ریحانہ تھیں، دلنواز، مدن اور کمل تھے۔

پھر مراری بابو بہت آہستگی سے مڑے اور بھاری بھاری قدموں سے چلتے ہوئے وہ ہال سے باہر نکل آئے۔ انھیں اپنا ایک ایک پیر من من بھر وزنی معلوم ہو رہا تھا... دل بار بار بھر بھر کر آ رہا تھا اور حلق کے قریب بڑا سا گولا اٹکا ہوا محسوس ہو رہا تھا... پھر وہ اپنی کار تک پہنچتے پہنچتے برداشت نہ کر سکے... کار سے لگ کر وہ بے اختیار دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

اچانک ان کے قریب ہی ایک کار آ کر رکی اور وہ جلدی جلدی آنسو پونچھتے ہوئے اپنی سسکیوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگے... کار کی کھڑکی کھلی اور اس میں سے پرمود اترا اور وہ مراری بابو کو دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔

"ارے... سر... آپ یہاں... ہائیں... آپ کی آنکھوں میں آنسو!"

وہ لپک کر ان کے قریب آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی شیلا بھی اتری تھی۔ وہ بھی جلدی سے ان کے قریب آ گئی۔ اور انھیں دیکھ کر چونک پڑی۔

"ارے... بابوجی؟... آپ رو رہے ہیں؟"

مراری بابو کچھ نہ بولے۔

پرمود نے کچھ سوچ کر گردن ہلائی اور بولا۔

"ہوں... میں سمجھ گیا... دیکھیے شیلا دیوی... آپ یہیں ٹھہریے... بابوجی ڈرائیونگ کی پوزیشن میں نہیں ہیں... میں انھیں گھر چھوڑ کر ابھی آتا ہوں۔ میرا خیال ہے اندر ضرور سرادھا ہو رہی ہوگی..."

پھر اُس نے مراری بابو کو سہارا دے کر گاڑی میں بٹھایا۔ کچھ دیر بعد گاڑی پھاٹک سے نکل گئی۔۔۔

رادھا نے پیگ ختم کر کے ادھر اُدھر دیکھا۔ اُسے راج کہیں نظر نہ آیا۔ رادھا جلدی سے وہاں سے ہٹ کر آگے بڑھی اور پھر راج اُسے ایک ستون کے قریب کھڑا ہوا نظر آیا۔۔۔ وہ شیلا سے باتیں کر رہا تھا۔ رادھا کو دیکھتے ہی شیلا خاموش ہو گئی۔

راج نے سگار سلگایا اور آہستہ سے بولا۔

"اچھا مس شیلا۔۔۔ کل ملاقات ہو گی۔۔۔"

وہ رادھا کی طرف دیکھے بغیر گیٹ کی سمت بڑھا۔ رادھا تیز تیز چلنے کی کوشش میں لڑکھڑاتی ہوئی اس کی طرف بڑھی اور بولی۔

"راج۔۔۔ راج بابو۔۔۔"

"کہیئے۔۔۔" راج بدستور چلتا ہوا بولا۔

وہ لوگ ہال سے کمپاؤنڈ میں آ گئے۔

رادھا نے پوچھا۔

"کہاں جا رہے ہو تم ۔۔۔؟"

"کیوں؟ ۔۔۔ کیا آپ کو بتا کر جانا چاہیئے؟"

"میں بھی تو چل رہی ہوں تمہارے ساتھ۔"

"میرے ساتھ۔۔۔ بھلا کیوں؟"

"وہاٹ ۔۔۔؟"

رادھا نے جھٹکے سے راج کا بازو پکڑ کر اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

" یہ تم پوچھ رہے ہو —— تم —— جس کے لئے میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا اپنے ڈیڈی کو دھتکار دیا ؟ "

" بہت خوب ! "

راج طنز سے مسکرایا۔

" اچھا الزام ہے ... گھر آپ نے اپنی آزادی کے لئے چھوڑا ہے ... ڈیڈی کو آپ نے سوسائٹی میں اپنی بے عزتی کے سبب دھتکارا ہے ... بھلا ان باتوں سے میرا کیا تعلق ؟ "

" تعلق ہے ... تمہارا گہرا تعلق ہے ... رات نہ تم مجھے پلا کر یہاں تک لے چھوڑ کر آتے نہ بات یہاں تک بڑھتی ! "

" آج نہ بڑھتی تو کل ضرور بڑھتی ... میں کل تمہیں پلا کر نہ چھوڑنے جاتا تو دس پانچ دن، یا ہفتہ یا مہینہ بھر بعد کوئی اور تمہیں پلا کر چھوڑنے جاتا ... اور تمہارے ڈیڈی ... چونکہ پرانی لکیروں کے فقیر ہیں اس لئے وہ ضرور بات بڑھاتے ... "

" تو کیا مطلب ہے تمہارا ؟ " رادھا نے حیرت سے پوچھا۔

" آپ اپنا مطلب بتائیے میم صاحب ! "

" میں ... میں نے تو سب کچھ تمہارے لئے چھوڑا ہے ... میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتی ہوں ... تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں ! "

" بہت خوب ! "

راج مسکرایا ——

" تاکہ ایک دن اسی کلب میں آپ ڈیڈی کی طرح میرے اوپر بھی ہاتھ

اُٹھائیں ——"

"وہاٹ!"

رادھا کی آنکھیں پھیلی رہ گئیں۔

لیکن راج جواب دیئے بغیر اپنی سپورٹ کار کی طرف بڑھ گیا....

کار تیزی سے پھاٹک سے نکل گئی اور رادھا کھڑی آنکھیں پھاڑے دیکھتی رہ گئی... اچانک اُس کے چہرہ پر ایسے تاثرات نظر آئے جیسے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گی۔ پھر زور سے تھوک کر بولی۔

"گو... ٹو... ہیل..."

پھر وہ تیزی سے مڑی ہی تھی، کہ اُسے اپنے بالکل قریب مدن کھڑا ہوا نظر آیا... رادھا ٹھٹھک گئی... مدن نے مسکرا کر پوچھا۔

"چلے گئے راج بابو —— ؟"

"جہنم میں جائے... مجھے اس کی ذرّہ برابر پروا نہیں۔"

"اب آپ کیا کریں گی؟"

مدن کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"کہاں جائیں گی؟... ڈیڈی کے گھر سے آپ نکل آئی ہیں۔"

"کیا شہر میں ہوٹلوں کی کمی ہے؟"

"کتنی رقم ہے آپ کے پاس جو ہوٹل میں ٹھہریں گی؟"

"بہت ہے... تین چار سو روپے ہیں۔"

"اور جب وہ ختم ہو جائیں گے، تب....؟"

رادھا سناٹے میں کھڑی رہ گئی... اس پہلو پر تو اُس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ مدن مسکرا کر بولا۔

"دیکھا... سوچتی رہ گئیں نہ آپ؟... حالانکہ آپ کہہ سکتی تھیں، تم کس مرض کی دوا ہو؟... ہاں مس رادھا... مدن اتنا برا نہیں ہے، کہ راج کی طرح ایک لڑکی کا دل توڑ دے... لوگ کہتے ہیں کہ میں ہر تیسرے مہینے ایک نئی سگائی کرتا ہوں... اور ہر تیسرے مہینے اُسے توڑ دیتا ہوں۔ اس کی وجہ کسی نے نہیں پوچھی... آپ تو یورپ کی تعلیم یافتہ ہیں... کورٹ شپ کے معنی تو آپ جانتی ہوں گی... میں سگائی کرتا ہوں اور اپنی منگیتر کے قریب رہ کر اُسے سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر کوئی بھی لڑکی میرے معیار پہ پوری نہیں اُترتی... میں اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ خود سوچیئے... کیا بے جوڑ شادی کر کے آدمی اپنا مستقبل تباہ کر لے؟... شادی تو عمر بھر کا ساتھ ہوتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"بس... تو چلیئے میرے ساتھ... میرا فلیٹ بہت بڑا ہے... وہاں ہوٹل کی طرح کرایہ بھی ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ کل ہی ہم سوسائٹی میں اپنی سگائی کا اعلان کر دیں گے... دو تین مہینے ساتھ رہ کر ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں گے، اور اس کے بعد اگر آپ مجھے ناپسند کریں تو آپ کو حق ہے کہ سگائی توڑ دیں... اسی طرح میں بھی اپنا حق محفوظ رکھوں گا۔"

"چلیئے ___"

رادھا نے تیزی سے کہا۔

"کل کلب میں ہماری سگائی کا اعلان ہو گا... اور اس وقت ہو گا، جب راج بھی موجود ہو گا۔"

مدن نے رادھا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے کار میں سوار کرایا اور جب کار پھاٹک سے نکل گئی تو شیلا نے ایک پُرتفکر سانس لی۔ پھر اس نے اپنے

قریب ہی ونود کی آواز سُنی جو سرلا سے کہہ رہا تھا۔
"دیکھا تم نے اس احمق لڑکی کو... مدن کے فلیٹ سے شاندار تو میری کوٹھی ہے... میں اسے کم از کم چھ مہینے ساتھ رکھ سکتا تھا۔"
"شادی کر کے؟" سرلا نے مسکرا کر پوچھا۔
"شادی... نہیں...!"
ونود حقارت سے مسکرایا۔
"گھر سے نکلی ہوئی لڑکی سے شادی؟... گھر سے نکلی ہوئی لڑکی تو بغیر ملاح کی ناؤ ہوتی ہے، جسے میرے اور مدن جیسے بادبان ہواؤں کے دوش پر جدھر چاہیں لے جائیں ---"
پھر وہ ہنستے ہوئے اندر کی طرف لوٹ گئے۔
شیلا فکر مندسی آگے بڑھی... اور ایک طرف اسے کمل اور راجیش باتیں کرتے نظر آئے۔ کمل راجیش سے کہہ رہا تھا۔
"مدن ایک ماہر شکاری ہے... اس کی پھینکی ہوئی ڈور کبھی خالی نہیں لوٹتی... مگر افسوس یار... یہ رادھا تو محفل کی جان تھی۔ اسے تو میں برسوں سہارا دے سکتا تھا ---"
"ایسے میں تو مستقل طور پر اپنا ایک فلیٹ اس کے نام کر دیتا --- زندگی بھر عیش سے اس میں رہتی اور جس سے چاہتی ملتی، میں کبھی اعتراض نہ کرتا اس پر ---"
شیلا کے ذہن پر ایک بوجھ بوجھ سا محسوس ہونے لگا اور وہ تیزی سے ہال سے باہر نکل آئی... اسی وقت اس نے ٹیکسی سے پرمود کو اُترتے دیکھا اور وہ تیزی سے پرمود کی طرف بڑھ گئی۔

ہوا لگنے سے نشہ اور گہرا ہوتا گیا اور رادھا کے تصور میں راج کی شبیہہ بار بار اُبھر اُبھر کر ڈوبتی رہی... بار بار اُس کا ذہن غصّہ سے سُلگنے لگتا، اور وہ گردن جھٹک کر راج کا تصور ذہن سے نکال لینے کی کوشش کرنے لگی....

خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ راج میں ایسی کیا بات ہے جس نے اُسے اس قدر متاثر کیا ہے؟... آخر اس کے ذہن و دماغ پر صرف راج ہی راج کیوں سوار ہے؟"

"ہونہہ!... ایڈیٹ... نان سنس...." رادھا دانت بھینچ کر بڑبڑائی۔

"ایں — کیا آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟" مدن چونک کر بولا۔

"نہیں —!"

رادھا سنبھل کر بیٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"میں راج کو گالیاں بک رہی ہوں۔"

"بہت خوب!" مدن مسکرایا۔ "وہ ہے بھی اِس قابل —"

اور پھر اس نے غور سے رادھا کا چہرہ دیکھا... وہ محسوس کر رہا تھا کہ رادھا کے اعصاب پر راج سوار ہے... اور وہ راج کا تصور ذہن سے نہیں نکال سکتی... اور کسی بھی وقت یہ مچھلی کانٹے سے پھسل سکتی ہے۔ مگر کتنی خوبصورت اور رنگین مچھلی ہے۔ مدن نے اپنی زندگی میں مچھلیوں کی ہزاروں اقسام دیکھی تھیں، مگر ایسی مست کن خوشبو والی مچھلی...

خدا کی پناہ ... اور اگر یہ مچھلی کانٹے سے پھسل گئی ... تو یہ شکست زندگی بھر ایک سانشتایئن کر ذہن میں چھبتی رہے گی ..."

آہستہ آہستہ مدن نے رفتار سست کی اور اس نے رادھا کا کندھا ہلا کر کہا۔

"مس رادھا ——!"

"اوں، ہوں ——" رادھا نے آہستہ سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

مدن غور سے دیکھتا رہا ——

اس کی تجربہ کار آنکھیں پہچان رہی تھیں کہ یہ پنچھی صرف راج کا جال پسند کرتا ہے ... پاگل ہو رہا ہے یہ پنچھی۔ نشہ گہرا ہے ... روشنیوں کے اس سیلاب میں سے ایک آدھ کرن وہ اسی وقت چن سکتا تھا ... پھر جانے تھوڑی دیر بعد کیا ہو؟

کار رک گئی ... سنسان سڑک ... درخت کے نیچے اندھیرا بھی تھا۔ مدن نے مشین بند کی اور آہستہ سے رادھا کی طرف سرک گیا ... اس نے بہت آہستہ سے رادھا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا اور رادھا ادھ کھلی آنکھوں سے مدن کی طرف دیکھ کر مسکرائی ——

"راج ——"

"میں مدن ہوں ——" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"اونہہ ——!"

رادھا نے اس کا ہاتھ جھٹکنے کی کوشش کی۔

"پریشان مت کرو ——مجھے نیند آ رہی ہے ——"

"نیند تو مجھے بھی آ رہی ہے"

"کل میں بھرے کلب میں راج کے منہ پر چانٹا ماروں گی۔"

"دو چانٹے مارنا ـــ"

مدن نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ اور پھر رادھا کی کمر کے گرد گرفت سخت کر دی۔

"الگ ہٹو ـــ!" رادھا غصیلی آواز میں منمنائی۔

"رادھا ڈارلنگ!... تم کتنی خوبصورت ہو۔" مدن نے اس کے اور قریب کھسکتے ہوئے کہا۔

"میں کہتی ہوں الگ ہٹ جاؤ۔" رادھا چیخ پڑی۔

مدن نے زور سے رادھا کو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور اسی وقت مدن کی سمت کی کھڑکی کھلی اور کسی نے پیچھے سے مدن کا کالر پکڑ کر کھینچ لیا..... مدن ہڑبڑا گیا مگر اس مضبوط گرفت سے اُسے اس وقت تک چھٹکارا نہیں ملا، جب تک وہ کھنچتا ہوا سڑک پر نہیں آگیا... اور جب وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہوا تو راج اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا... مدن سنبھل کر کھڑا ہوا اور پھر راج پر جھپٹ پڑا... لیکن دوسرے ہی لمحہ راج کا ایک گھونسہ مدن کی پیشانی پر پڑا ـــ

مدن لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ کر کار سے لگ گیا۔ چند لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے... اور جب حواس بجا ہوئے تو اس نے پھر راج کو اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھا... لمبا چوڑا اور صحت مند راج... جس کی خاموش آنکھوں میں فولاد جیسی قوت کی جھلک موجود تھی۔ اور مدن محسوس کر رہا تھا کہ اگر ایک دو گھونسے اور کھانے پڑے تو مدن کو زمین ہی دیکھنی پڑے گی... وہ اپنی جگہ کھڑا رہا... پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک مصلحت آمیز

مسکراہٹ ... اس نے سکون سے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ نکالا اور پیکٹ راج کی طرف بڑھا کر آہستہ سے بولا۔

"سگریٹ ...؟"

"شکریہ!" راج نے اطمینان سے کہا۔ "میں سگار پیتا ہوں۔"

اس نے جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑا اور رمن نے اپنی سگریٹ سلگا کر راج کا سگار سلگایا اور آہستہ سے بولا۔

"وہ بہت نشہ میں ہے ..."

"میں جانتا ہوں۔"

"اس لئے اپنے پیروں پر چل کر تمہاری گاڑی تک نہیں پہنچ سکتی۔"

راج نے سگار کا کش لے کر دھواں چھوڑا اور دوسری طرف جا کر کھڑکی کھولی اور رادھا کو دیکھا جس کا سر پشت گاہ سے ٹکا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں راج نے جھک کر اسے کار سے نکالا اور رادھا منمنا کر بڑبڑائی .....

تھوڑی دیر بعد وہ راج کی سپورٹ کار میں تھی اور کار سڑک پر دوڑ رہی تھی ... راج اطمینان سے سگار کے کش لے رہا تھا۔

کار جھٹکے سے رکی اور رادھا نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کہاں آگئے ہم ...؟"

"جہاں تم آنا چاہتی تھیں۔"

اس کے کانوں سے راج کی آواز ٹکرائی۔

یہ آواز اس کی پہچانی ہوئی تھی۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

اور راج کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔ اور جب اس نے اچھی طرح راج کو پہچان لیا، تو اس کے ہونٹ مضبوطی سے بھنچ گئے — سانس تیز ہو گئی وہ ہونٹ بھینچ کر بڑبڑائی۔

"تم... ایڈیٹ... کمینہ..."

پھر وہ جھپٹ کر کار سے اتری اور پوری قوت سے راج کے گال پر چانٹا مارنا چاہا۔ مگر راج نے اس کی کلائی پوری قوت سے پکڑ لی — رادھا بلبلا کر بولی۔

"چھوڑ میرا ہاتھ کمینہ... وحشی... جانور..."

راج نے آہستہ سے رادھا کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ رادھا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"نہیں... ابھی نہیں... میں بھرے کلب میں تمھارے منہ پر چانٹا ماروں گی۔"

"جانتا ہوں... بھرے کلب میں اپنی بہادری کی نمائش کا آپ کو شوق ہے۔" راج طنز سے مسکرایا۔

"یو شٹ اپ... کل جب مدن سے میری سگائی ہو گی... تب میں تمھیں ذلیل کروں گی —"

"ضرور... میں اپنے ہاتھوں سے آپ کی سگائی مدن سے کروں گا۔"

"تم؟... تم کون ہوتے ہو میری سگائی کرنے والے... کہاں ہے مدن اس نے تمھیں یہاں آنے کیسے دیا؟"

"یہاں آنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ میری کوٹھی ہے۔"

"تمھاری کوٹھی!" رادھا نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر حیرت سے راج کی طرف دیکھنے لگی۔ راج مسکراتا ہوا بولا۔

"اس خوبصورت اور ماڈرن سنجوگتا کے سوئمبر میں جیت راج کی ہوئی ہے۔"

"تو... تم... مجھے تم خود لے کر آئے ہو؟"

"لانا ہی پڑا۔"

"مگر... ہم... میں تو مدن کی گاڑی میں تھی۔"

"اور مدن جنگل میں ہی سو نمبر چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔"

رادھا سناٹے میں کھڑی رہ گئی... راج نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے سوچا۔ شاید آپ کو میری مدد کی ضرورت پڑے۔"

"تو تم مجھے وہاں کیوں چھوڑ کر چلے آئے تھے؟" رادھا بسور کر بولی

"میں دیکھنا چاہتا تھا... آپ مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں۔"

"راج...!" رادھا کی آواز کپکپا گئی۔

"آپ کا میرے اوپر غصہ... آپ کے پیار کی چغلی کھا رہا تھا۔"

"راج ——!" رادھا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

پھر وہ آگے بڑھ کر راج کے کندھے سے لگ گئی اور بلک بلک کر رونے لگی... راج اطمینان سے اس کا کندھا تھپکتا رہا...

گیارہ

نرملا دیوی آنکھیں بند کیے آہستہ آہستہ کراہ رہی تھیں اور ڈاکٹر ان کا معائنہ کر رہا تھا۔ مراری بابو، پرمود اور شیلا قریب ہی موجود تھے۔ معائنہ کے بعد ڈاکٹر نے سٹیتھسکوپ کانوں پر سے اتارا اور ٹھنڈی سانس لے کر اٹھ گیا... نرملا دیوی آہستہ سے کراہیں... اور پھر ان کے

ہونٹوں سے نکلا۔

"رادھا... رادھا بیٹی... کہاں ہے تو؟"

مراری بابو کی آنکھوں میں کرب کے آثار نظر آئے اور وہ ڈاکٹر کے ساتھ باہر نکل آئے... پرمود اُن کے پیچھے پیچھے باہر آگیا.. مراری بابو نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"کہیے ڈاکٹر صاحب... خطرہ کی تو کوئی بات نہیں؟"

"نہیں... خطرہ کی کوئی بات نہیں؟" ڈاکٹر نے کہا۔ "انھیں کوئی بیماری بھی نہیں ہے... بس کوئی صدمہ ہے جس کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے... اگر اس صدمہ کا تدارک کر دیا جائے تو ان کی حالت سنبھل سکتی ہے۔"

ڈاکٹر چند دوائیں دے کر چلا گیا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد پرمود نے مراری بابو سے کہا۔

"بابوجی... سن لیا آپ نے... ماں جی کی حالت رادھا بہن کی وجہ سے ہی خراب ہے۔"

"میں جانتا ہوں... مگر میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"آپ رادھا بہن کو واپس لا سکتے ہیں۔"

"کیا؟ — کیا کہتے ہو تم پرمود؟... اب اُسے اس گھر میں واپس لایا جائے گا؟... کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ وہ اس لفنگے کے ساتھ پچھلے تین چار ماہ سے رہ رہی ہے... نہیں پرمود... میری زندگی میں کم از کم ایسا نہیں ہو سکتا... یہ گھر ہمیشہ دیویوں کا گھر رہا ہے... اس گھر کے آنگن میں ماں جی اور کملا جیسی عورتوں کی سانسوں کی گونج موجود ہے جنھوں نے اس خاندان کے نام پر کبھی ایک شکن تک نہیں آنے دی... اس گھر کے آنگن میں اب وہ رادھا

کبھی نہیں آ سکتی جس کے روم روم سے ناپاکی اور غلاظت کی بُو آتی ہو گی۔ اور جس نے صدیوں سے بے داغ خاندان کے ماتھے پر وہ کلنک کا داغ لگایا ہے جو قیامت تک نہیں دُھل سکتا۔۔۔ آج شہر کا کونسا ایسا جاننے والا ہے جسے یہ نہیں معلوم کہ مراری لال کی بیٹی رادھا چار مہینے سے گھر چھوڑ کر ایک لفنگے نوجوان کے ساتھ رہ رہی ہے۔۔۔ نہیں پرمود۔۔۔ کبھی اس قسم کا خیال بھی دل میں نہ لانا۔۔۔ میں اسے بھول چکا ہوں۔۔۔ میں نے سمجھ لیا ہے کہ رادھا مر چکی ہے۔۔۔ کملا کے ساتھ رادھا بھی مر گئی ہے۔۔۔"

کہتے کہتے مراری بابو کی آواز بھر آگئی اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں

"رادھا تو میرے لئے اسی دن مر گئی تھی جس دن اس نے بھری محفل میں اپنے باپ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔۔ پرمود۔۔۔ میرے دل سے یہ داغ کبھی نہیں مٹ سکتا۔۔۔ کبھی نہیں مٹ سکتا۔۔۔"

"نہیں بابو جی۔۔۔" شیلا آگے بڑھ کر آہستہ سے بولی۔ "آپ بھول رہے ہیں۔۔۔ آپ غلطی پر ہیں۔۔۔ رادھا کبھی آپ پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتی۔ رادھا اس زمین کی بیٹی ہے جس زمین نے اپنے ماتا پتا کو دیوتا مانا ہے۔"

"ہاں بیٹی۔۔۔ اسی کا تو غم ہے کہ اسی زمین کی بیٹی نے صدیوں پرانی عبادت کو خاک میں ملا دیا۔۔۔ اس نے درجنوں آدمیوں کے سامنے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ درجنوں آدمیوں نے دیکھا تھا ایک بیٹی باپ پر ہاتھ چھوڑ رہی ہے۔"

"نہیں بابو جی۔۔۔ میں پھر کہوں گی۔۔۔ وہاں ایک بیٹی نے باپ پر ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔۔۔ وہاں ایک تہذیب اور کلچر نے اپنے غلط راہبر پہ ہاتھ چھوڑا تھا۔۔۔ رادھا کو میں نے اس وقت بھی دیکھا تھا۔ وہ اس وقت نشہ میں تھی اور نشہ کی شدت میں اس نے باپ کا چانٹا۔۔۔ باپ کا چانٹا نہیں دیکھا تھا۔

باپ کی تنبیہہ نہیں سمجھی تھی ... کیونکہ اُسے جو نشہ شروع سے ملتا رہا ہے وہ نشہ اس کی رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا ... وہاں رادھا نے اپنے باپ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا، اُس آزادی اور چمک دمک نے ہاتھ اٹھایا تھا جو اُسے اس وقت ملی جب اس کا ذہن اور دماغ بلوغت کی حدوں میں داخل ہو رہے تھے، اور اس کا ہاتھ باپ پر نہیں اُس رکاوٹ پر اٹھا تھا جو اس کی آزادی کے راستہ میں کھڑی کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔"

"تمہارا مطلب ہے میرا لاڈ پیار اور میری ممتا جو میں نے اس پر نچھاور کیں، وہ میری غلطیاں تھیں ——"

"نہیں بابوجی ... میں نے یہ نہیں کہا ... اولاد کو لاڈ پیار اور ممتا دینا تو ماں باپ کا فرض ہے، اگر انھیں یہ سب نہ ملے تو وہ اور زیادہ باغی ثابت ہوں ... لیکن لاڈ پیار کا مطلب یہ بھی نہیں کہ انھیں اچھے بُرے کا فرق نہ سمجھایا جائے ... ہماری تہذیب اور مغرب کی تہذیب میں زمین آسمان کا فرق ہے ... رادھا کے ذہن نے مغرب کی آزاد فضاؤں میں سنبھالا لیا تھا اور فطری طور پر اُس نے انسانی کلچر ہی اس فضا کو سمجھا۔ آپ نے اسے یہ کبھی نہیں بتایا کہ وہ ہندوستان کی بیٹی ہے تو نئے ماحول اور نئے وقت نے یہاں کچھ سہولتیں اور آزادیاں دی ہیں وہاں اس کے ساتھ کچھ ایسی پابندیاں بدستور قائم ہیں جو ہندوستانی مٹی کو نیا رنگ و روغن دینے کے باوجود اس کی اصلیت کو برقرار رکھتی ہیں ... آپ نے اُسے یہ کبھی نہیں بتایا، کہ وہاں سردی کی زیادتی کے سبب برانڈی اور آب و ہوا کی تبدیلی کے باعث بیئر تو لی جاتی ہے، مگر اُسے نہ لیا جائے تو اچھا ہے کیونکہ یہ ہمارے دیس کے کلچر کا خاصا نہیں ہے ... آپ نے اسے کالج تو تنہا آنے ہی دیا،

کبھی وہاں کی محفلوں میں بھی تن تنہا جانے سے نہیں روکا جہاں کی محفلیں کلب اور ہوٹل ہندوستانی کلچر کی ضد ہیں۔ آپ نے اسے یہ ہرگز نہ بتایا ہوگا کہ شادی سے پہلے کورٹ شپ مغربی تہذیب کے اصولوں میں شامل ہے، مگر ہماری تہذیب میں یہ ایک بدترین گناہ ہے۔ آپ نے اسے یہ کبھی نہیں بتایا ہوگا کہ مغرب میں والدین اولاد کے ہوش سنبھالتے ہی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں... خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا... کیونکہ وہ لوگ فطرتاً الجھن پسند نہیں ہوتے... آزاد دماغ اور آزاد احساسات رکھنے کے قائل ہیں اور لڑکا یا لڑکی اپنے مستقبل کے راستے بھی اپنی مرضی سے چُن سکتے ہیں اور اپنی زندگی کے شریک بھی اپنی مرضی سے ہی چُن لیتے ہیں۔ والدین اس میں نہ مداخلت کرتے ہیں نہ رکاوٹ بنتے ہیں....
مگر ہندوستانی تہذیب کی اقدار اس سے مختلف ہیں، یہاں والدین اپنی ذمہ داریوں کو اس وقت تک ختم نہیں سمجھتے، جب تک اولاد کو ایک خاص مقام اور خاص راستے پر گامزن ہوتے نہ دیکھ لیں... آپ نے اُسے یہ نہیں بتایا ہوگا کہ مغرب کی لڑکی جب چاہے والدین کو چھوڑ کر جا سکتی ہے... مگر ہندوستان کی لڑکی باپ کے گھر سے اگر ایک رات کے لئے بھی باہر چلی جائے تو یہ داغ خود لڑکی پر نہیں، بلکہ اس کے خاندان کی عزت پر ہوتا ہے۔ آپ نے اُسے یہ ہرگز نہیں بتایا ہوگا کہ مغرب میں شادی بیاہ کو ایک کھیل سمجھا جاتا ہے جہاں لڑکی صرف اس لئے لڑکے سے طلاق لے سکتی ہے کہ لڑکا اس کی پسند کی پتلون نہیں پہنتا... یا صرف اس لئے طلاق لے سکتی ہے کہ اُسے کوئی دوسرا لڑکا پسند آگیا ہے... اور طلاق دینے والے کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ مگر ہندوستان میں شادی کو ایک مقدس بندھن سمجھا جاتا

ہے یہاں یورپ کی طرح ہر مہینہ طلاقوں کا اوسط ہزاروں تک نہیں پہنچتا... ہماری لڑکی جس گھر میں دلہن بن کر پہنچتی ہے اس گھر سے اس کی لاش نکلتی ہے... بابوجی... آپ ضرور سوچیے... جب دادھا کو یہی نہیں معلوم کہ وہ بنیادی طور پہ ہندوستانی لڑکی ہے تو اسکے کسی بھی فعل کی ذمہ داری خود اس پہ کب عائد ہوتی ہے؟"

مراری بابو نے اپنے بڑھے ہوئے شیو پہ ہاتھ پھیرا اور بولے۔

"بیٹی... تم بھی تو ہندوستانی ہو اور تم نے بھی کئی برس یورپ میں گذارے ہیں.... مگر تم میں وہ تبدیلیاں کیوں نہ پیدا ہوئیں... وہ بغاوت اور خودسری کیوں نہیں آئی...؟"

"یہ سوال تو میں آپ سے کر سکتی ہوں بابوجی... آپ کو معلوم نہیں شاید... کہ میں نے بنیادی تعلیم ہندوستان میں پائی ہے. میں نے ہوش ہندوستان میں سنبھالا ہے... میں نے صرف نمائش اور تنخواہ کے لئے اتنی بڑی ڈگری نہیں لی... مجھے بچپن سے ہی تعلیم کا شوق تھا، اس لئے میں نے جو کچھ بھی پڑھا، تعلیم میں ڈوب کر پڑھا... میں نے اپنے دیس کی تاریخ کا مطالعہ کیا تو ڈوب کر... مجھے یہاں کی روایتوں سے پیار ہے۔ اور جب میں باہر جا رہی تھی تو صرف تعلیم کے حصول کے لئے جا رہی تھی۔ وہاں تفریح کے لئے نہیں... اسی لئے جس طرح مجھے بچپن میں ماں نے ساڑھی باندھ کر سر پہ آنچل قرینے سے رکھنا سکھایا تھا۔ وہ مجھے ہمیشہ یاد رہا... جس طرح پتاجی کے سامنے آنکھیں نیچی کر کے بات کرنا سکھایا تھا ویسے ہی آنکھیں میری ہر بزرگ کے سامنے نیچی رہیں۔ مجھے بچپن سے سردی میں برانڈی اور کھانے کے ساتھ بیئر نہیں دی گئی تھی، بلکہ مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ یہ چیزیں آدمیت کا

وہ زہر ہیں جو آدمیت کی جڑوں کو آہستہ آہستہ کھوکھلا کر رہی ہیں۔
اور میرے ذہن میں یہ ہی بات تھی ... تعلیم کے لئے روانگی کے وقت
پتاجی نے مجھے یہاں اور وہاں کی تہذیب اور ماحول کا فرق سمجھا کر
بتایا تھا کہ کونسے راستوں پر چلنے سے میں ٹھوکر کھانے سے بچ سکتی
ہوں ... میں ان راستوں پر چلتی رہی اور کبھی ٹھوکر کھانے کا موقع ہی نہیں
ملا ... میں انگلینڈ میں جن موسی موسا کے ساتھ رہی، انہیں پتاجی اکثر
خط لکھتے رہتے تھے جن میں میری دیکھ بھال اور غلط راستوں پر چلنے سے
سختی سے روکنے کی تلقین ہوتی تھی ... اور میرے موسی موسا مجھ پر کڑی
نظریں رکھتے تھے ... میرے گرد ہندوستانیت کا جو حصار کھینچا گیا تھا،
وہ اتنا مضبوط تھا کہ میں اس حصار سے ایک انچ بھی نہ نکل سکی .... مگر
رادھا بہن ... بابوجی، ان کے گرد کونسا حصار تھا؟ ... کونسا دائرہ تھا؟
کوئی نہیں ... "

مراری بابو حیرت سے شیلا کی طرف دیکھتے رہے ... ان کی آنکھیں
پھیلی رہ گئی تھیں ...

رادھا نے جلدی جلدی اپنا میک اپ درست کیا اور آئینہ کے سامنے
کھڑے ہو کر لباس پر ایک نگاہ ڈالی، پھر گھڑی دیکھی اور بے چینی سے ٹہلنے
لگی ... اچانک کار کی مشین کی آواز سنائی دی اور رادھا چونک کر ٹھہر گئی
وہ تیزی سے دروازہ کی طرف بڑھی لیکن ساتھ ہی اس کے کانوں سے ایک زہریلے
قہقہہ کی آواز ٹکرائی اور وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ پھر وہ ہال کمرہ میں نکل آئی ... اُس

نے راج کو دیکھا جس کے گلے کی نکٹائی جھولی ہوئی تھی اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں وہسکی کی بوتل تھی اور دوسرا ہاتھ ایک لڑکی کی کمر میں پڑا ہوا تھا۔

لڑکی چہرے سے ہی فاحشہ یا سوسائٹی گرل نظر آتی تھی۔ رادھا کے ہونٹ بھینچ گئے ... راج لڑکی کو لئے ہوئے قہقہہ لگاتا ہوا اس کے قریب سے گذر گیا... اس نے رادھا کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

رادھا تیزی سے اس کی طرف مڑی اور تیز لہجہ میں بولی۔

"راج ---!"

راج نے لاپرواہی سے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"کیا ہے؟"

پھر وہ اس لڑکی کو لے کر صوفہ پر بیٹھ گیا۔ لڑکی اس پر لدی پڑ رہی تھی اور رادھا کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔ وہ زور سے چیخ پڑی۔

"راج ---!"

"کیوں شور مچاتی ہو؟" راج آنکھیں نکال کر بولا "جاؤ اپنے کمرہ میں!"

"نہیں جاتی۔"

رادھا جھٹکے سے بولی۔

"میں نے تم سے کل بھی کہا تھا یہاں کسی لڑکی کو لے کر نہ آیا کرو۔"

"کیوں ---؟"

راج بوتل سے گھونٹ لے کر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا یہ تمہارے باپ کا گھر ہے؟"

"میرے باپ کا نہیں، اب یہ میرا گھر تو ہے... تم میری موجودگی میں

ہر روز یہاں ایک ہی لڑکی کو لئے کہاں جاتے ہو"

"بکواس... تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا میری دلچسپیوں کے راستہ میں دیوار بننے کا..."

رادھا ہونٹ بھینچے اُسے گھورتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں نمی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ بھرّائے ہوئے لہجہ میں بولی۔

"یہ تم کہہ رہے ہو راج... میرا تمہارے اوپر کوئی حق نہیں؟... میں نے تمہارے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دیا۔ اپنا سب کچھ چھوڑ دیا... اور تم کہتے ہو کہ میرا تم پہ کوئی حق نہیں... میں ہفتوں سے دیکھ رہی ہوں تمہارا رویہ کس قدر بدل گیا ہے۔ تم میری ذرہ برابر بھی پروا نہیں کرتے... نہ مجھے گھمانے پھرانے لے جاتے ہو کسی اور نہ کلب لے جاتے ہو۔ تم نے یہ تک نہیں پوچھا کہ میری طبیعت کئی دن سے کیوں خراب رہتی ہے۔ آج میں نے صبح تم سے کہا تھا کہ کئی روز سے ہم لوگ ساتھ گھومنے نہیں گئے۔ آج شام گھر جلدی آ جانا۔ ہم ساتھ ہی کلب چلیں گے اور رات کا کھانا کسی اچھے سے ہوٹل میں کھائیں گے۔ تم کوئی جواب دیئے بغیر نہیں گئے۔ اتنی دیر میں لوٹے اور وہ بھی اس حرافہ کے ساتھ..."

"واٹ..." لڑکی آنکھیں پھاڑ کر بولی "تم نے مجھے حرافہ کہا۔"

"ہاں ہاں، حرافہ کہا۔ ہزار بار کہوں گی۔ لاکھ بار کہوں گی۔"

اچانک لڑکی نے اٹھ کر رادھا کے اوپر ہاتھ اٹھایا مگر اس سے قبل ہی رادھا لڑکی کو مارنے کے لئے جھپٹ پڑی... دونوں گتھم گتھا ہو گئیں اور فرش پر لڑھک گئیں... راج چند لمحے تک اطمینان سے دیکھتا رہا۔ پھر بوتل سے ایک گھونٹ بھرا اور اٹھ کر ان لوگوں کے قریب آیا اور دونوں کو الگ الگ کر دیا... دونوں پھر ایک دوسرے پہ جھپٹیں مگر راج نے چیخ کر کہا۔

"خبردار ــــ!"

اور دونوں ٹھٹھک گئیں۔

لڑکی نے راج کی طرف دیکھا اور منہ بسور کر بولی۔

"میری یہ انسلٹ تمہارے گھر میں؟ اب میں کبھی تمہارے گھر نہیں آؤں گی۔"

"اوہ ــ نو ڈارلنگ ... وہ پاگل ہے اس کی پرواہ نہ کرو۔"

"میں پاگل ہوں؟" رادھا آنکھیں نکال کر بولی۔

"ہاں تم پاگل ہو ... یہ میرا گھر ہے ــ میں جسے چاہوں گا ساتھ لاؤں گا۔ اگر تمھیں ناگوار گزرتا ہے تو چلی جاؤ یہاں سے ..."

"میں ... میں چلی جاؤں؟"

"ہاں ... چلی جاؤ ..."

"اس کا مطلب ہے اب تم مجھ سے اکتا گئے ہو۔"

"ہاں تم میں رکھا ہی کیا ہے دل چسپی کے لئے ... شاخ سے ٹوٹا ہوا پھول جب تک تازہ ہے تب تک ہی گلدستہ کی زینت بنا رہ سکتا ہے ..."

"میں نہیں جاؤں گی۔" رادھا نے جھٹکے سے کہا۔

"خوب ... اگر یہی ضد ہے تو اب تم ایک منٹ بھی اس گھر میں نہیں رہ سکتیں ... تم نے اپنی ضد دیکھی ہے جو تمہارے باپ کو شکست دے سکتی ہے۔ مگر راج کی ضد نہیں دیکھی ... تمہارے باپ کے پاس قوت ضرور تھی مگر اُن کی نوشند کے لئے سب سے بڑی کمزوری اُن کی ممتا تھی ... مگر تم نے کبھی کسی مرد کی ضد کی قوت نہیں دیکھی ..."

رادھا راج کی آنکھیں دیکھ کر ڈر گئی۔ راج آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ کر بولا

"چلو نکلو یہاں سے۔"

"نہیں۔ بھگوان کے لئے نہیں"۔

"کونسے بھگوان کا واسطہ دے رہی ہو؟... اسی بھگوان کا جس کا واسطہ دے کر تمہیں تمہارے باپ نے گھر واپس لے جانے کی کوشش کی تھی؟"

"راج... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"آنکھیں کھل گئی ہیں میری... تم اپنی آزادی کے لئے باپ تک پہ ہاتھ اُٹھا سکتی ہو، مگر میری آزادی سے جلتی ہو.... ایسی عورت میرے گھر میں ایک منٹ نہیں رہ سکتی"۔

"مگر میں یہاں سے نکل کر جاؤں گی کہاں؟"

"کہیں بھی جا سکتی ہو... یورپ سے تم نے کوئی تجربہ حاصل نہیں کیا۔ لڑکی کے لئے ایک دروازہ بند ہوتا ہے دس دروازے کھل جاتے ہیں... مدن ہے دنوبھے، راجیش ہے، کمل ہے... یہ سب تمہارے حسن کے خریدار ہیں... کوئی بھی تمہیں رکھ سکتا ہے... نکل جاؤ یہاں سے..."

رادھا گڑگڑانے لگی۔ مگر راج اسے دھکیلتا ہوا باہر لے گیا... رادھا چیختی گڑگڑاتی رہی۔ مگر راج کے مضبوط بازوؤں سے چھٹکارا نہ پا سکی... راج اُسے پھاٹک تک لے گیا... پھر اسے پھاٹک سے باہر دھکیل کر اس نے پھاٹک بند کر لیا۔

عین اسی وقت رادھا پر کسی گاڑی کی روشنیاں پڑیں... مگر رادھا... اس کا سر زمین سے ٹکرا یا تھا۔ اور وہ اپنے ذہن پہ قابو نہ پا سکی۔ رفتہ رفتہ اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

کار رادھا کے بالکل قریب آ کر رکی اور پھر اس میں سے پرمود کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ارے... یہ تو رادھا بہن ہیں"۔

پھر وہ جلدی سے اتر پڑا۔اس کے ساتھ شیلا اور مراری بابو بھی اترے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہونٹ مضبوطی سے بند تھے...انھوں نے پرمود کے ساتھ مل کر رادھا کو کار میں ڈالا اور پھاٹک کی طرف دیکھا۔پھاٹک کے قریب ہی راج کھڑا ہوا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی...مراری بابو صرف دانت بھینچ کر رہ گئے۔

ڈاکٹر کی کار کی پورٹیکو میں رکی اور وہ گھبرایا ہوا اتر کر پرمود سے بولا۔

"کیا ہوا؟...نرملا دیوی کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"جی ہاں..." پرمود نے ڈاکٹر کا بیگ نکالتے ہوئے کہا "انکی طبیعت تو ٹھیک ہے۔ مگر رادھا بے ہوش پڑی..."

"رادھا...مراری لال جی کی بیٹی؟"

"جی ہاں..."

"مگر وہ تو گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی..."

"نرملا دیوی کی وجہ سے اسے لے آئے ہیں...آپ نے تو بتایا ہی تھا کہ وہ صدمہ سے بیمار ہیں...دراصل انھیں رادھا بہن کے گھر چھوڑنے کا ہی صدمہ تھا...ابھی انھیں معلوم نہیں ہے آپ چل کر دیکھ لیجئے...رادھا ہوش میں آجائے تب نرملا دیوی کو اطلاع کی جائے گی..."

"مگر رادھا کو کیا ہوا؟"

"پتہ نہیں...گر پڑی تھی سر میں چوٹ لگ گئی ہے"

ڈاکٹر تیز تیز چلتا ہوا رادھا کے کمرہ میں پرمود کے ساتھ پہنچا۔مراری بابو

اور شیلا رادھا کے نزدیک بیٹھے تھے۔ وہ ڈاکٹر کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

مگر ڈاکٹر رادھا کی صورت دیکھتے ہی چونک پڑا۔

اس نے سٹیتھسکوپ نکال کر رادھا کا معائنہ کیا۔

وہ لوگ اسے پُرتشویش نظروں سے دیکھتے رہے۔ پھر ڈاکٹر آہستہ سے اُٹھ گیا... اس کے چہرہ پر گہری تشویش اور فکرمندی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ مراری بابو اور پرمود اس کے پیچھے پیچھے آئے اور مراری بابو نے بے چینی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے ڈاکٹر... آپ خاموش کیوں ہو گئے؟"

"اوں ـــــ" ڈاکٹر نے چونک کر انہیں دیکھا۔

مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

مراری بابو کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ انھوں نے کہا۔

"ڈاکٹر!... آپ بتلاتے کیوں نہیں؟... بھگوان نہ کرے میری بچّی کی زندگی کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"نہیں..." ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا۔

"پھر... پھر کیا بات ہے ڈاکٹر صاحب؟" پرمود نے پوچھا۔

"مراری لال جی... خطرہ آپ کی بیٹی کی زندگی کو نہیں... خطرہ آپ کی عزّت کو ہے۔"

"کیا مطلب؟" مراری بابو چونک پڑے۔

"بات یہ ہے کہ..."

ڈاکٹر کہتے کہتے رک گیا۔

"بتایئے نا ڈاکٹر..." مراری بابو ڈاکٹر کے کندھے جھنجھوڑ کر بولے ـــ

"آخر بات کیا ہے ؟"

"یہ... بات یہ ہے ..."

ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا

"کہ ... رادھا ماں بننے والی ہے "

"نہیں ......"

مراری بابو ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گئے ۔

انھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یک بہ یک گھر کی دیواریں اُن کے کندھوں پر آ گری ہوں ، یا اُن کے چاروں طرف ہزاروں بم پھٹنے لگے ہوں ... یا بہت زور کا زلزلہ آ گیا ہو ... در و دیوار تیزی سے گردش کر رہے ہوں ، اور وہ ان کے درمیان اس طرح پستے چلے جا رہے ہوں جیسے چکّی کے دو پاٹوں کے درمیان رکھ دیئے گئے ہوں ...

پرمود بھی ہکّا بکّا سا کھڑا تھا ۔

پھر اُس نے حیرت سے کہا

"ڈاکٹر صاحب ... یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟"

"جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے " ڈاکٹر نے کہا ۔

اور پرمود کے ہاتھ سے بیگ لے کر تیزی سے دروازہ کی طرف چلا گیا ۔

اور پرمود کچھ دیر تک اس دروازہ کو دیکھتا رہا جس سے ڈاکٹر نکل کر گیا تھا ، پھر اس نے مراری بابو کی طرف دیکھا ۔

مراری بابو خلا میں گھورتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنے کمرہ کی طرف جا رہے تھے ... پرمود نے کچھ سوچا ۔ پھر وہ رادھا کے کمرہ کی طرف مڑ گیا ۔

بارہ

مراری بابو کے ماتھے پر پسینہ کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ جانے کتنی دیر سے انھوں نے پلکیں نہیں جھپکائی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اُن کے ذہن میں ایک طوفان سا چل رہا ہو... رادھا... ان کی بیٹی... ماں بننے والی تھی... شادی کے بغیر ہی... اف توہ... کتنا بڑا حادثہ تھا یہ ان کے لئے... آج یہ بات صرف ان کی کوٹھی میں ہے... کل یہ بات یہاں سے نکل کر شہر میں پھیلے گی... جو لوگ جانتے تھے، کہ رادھا نے اپنے باپ کا گھر چھوڑ دیا ہے، وہ لوگ قہقہے لگائیں گے... صدیوں سے بے داغ چلا آنے والا خاندان ہمیشہ کے لئے داغدار بن جائے گا... عزت و آبرو خاک میں مل جائے گی... رادھا... ان کی بیٹی... اُن کے ماتھے کا کلنک ہے... اس کلنک کو مٹا دینا چاہیئے...

"ہاں... اس کلنک کو مٹا دینا چاہیئے۔"

مراری بابو تیز تیز سانسوں کے ساتھ بڑبڑائے۔

"اِس کلنک کو مٹا دینا چاہیئے... اس کلنک کو مٹا دینا چاہیئے۔"

پھر وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اُٹھے... انھوں نے میز کی دراز کھولی — اور اس میں سے ریوالور نکالا۔ ان کے چہرہ پر ایک گہرا طوفان اُمڈا ہوا تھا۔ اور آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے... دماغ میں سنسناہٹ سی گونج رہی تھی... انھوں نے ریوالور کو جھٹکے سے کھولا... اس کے چیمبر خالی تھے۔ انھوں نے

دراز میں سے ایک کارتوس نکال کر چیمبر میں ڈالا۔ پھر دوسرا کارتوس نکال کر چیمبر میں ڈالا اور جھٹکے سے ریوالور بند کر لیا۔

پھر وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازہ سے نکلے ..... ان کا سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ دانت مضبوطی سے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھوں کی پتلیاں ساکت تھیں۔ وہ ریوالور مضبوطی سے پکڑے ہوئے بھاری بھاری قدموں سے رادھا کے کمرہ کے قریب پہنچے ... انھوں نے آہستہ سے کمرہ کا دروازہ کھولا اور پھر دروازہ کی بیچ میں کھڑے ہو گئے۔

کمرہ میں اب بھی رادھا کے قریب پرمود اور شیلا موجود تھے ـــــ اور رادھا اب ہوش میں آ چکی تھی ... اچانک اس کی نگاہیں مراری بابو کی طرف اٹھیں اور وہ بڑبڑائی۔

"ڈیڈی ـــــ!"

ساتھ ہی اس نے مراری بابو کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کو دیکھا اور اس کی چیخ نکل گئی۔ پرمود اور شیلا بھی گھبرا کر دروازہ کی طرف مڑے اور مراری بابو کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر بھونچکا سے رہ گئے ـــــ پرمود نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"بابوجی... یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

"وہی... جو مجھے اس وقت کر دینا چاہیئے تھا جب اس کلنکنی نے گھر سے قدم نکالا تھا" مراری بابو سنجیدگی سے بولے۔

"ڈیڈی ـــــ!"

"بابوجی ـــــ!"

شیلا جلدی سے آگے بڑھتی ہوئی بولی ـــــ

"آپ اس وقت غصّہ کی وجہ سے اپنے حواس کھو بیٹھے ہیں .... یہ آپ کیا کر رہے ہیں ؟"

" اپنی ہی غلطی کی تلافی کر رہا ہوں بیٹی ــــــ "

مرادی بابو نے کہا۔

"تم ہی نے تو کہا تھا، کہ رادھا کے غلط راستہ پر نکل جانے کی ذمہ داری اس پر نہیں، مجھ پر ہے.... آج میں اپنی اس غلطی کی سزا بھگت رہا ہوں"

" رادھا کو جان سے مار کر بھلا آپ کس طرح سزا بھگتیں گے؟" پرمود نے جلدی سے کہا۔

"میں رادھا کو جان سے نہیں مارتا... صرف اپنی ہی جان لے کر اس غلطی کی تلافی کرتا... مگر اس کا وقت اب گذر چکا ہے ... اس کلنکنی کو زندہ چھوڑ کر میں خاندان پر داغ نہیں بننے دوں گا ... اس ریوالور میں ایک گولی اس کے لیے ہے تو دوسری گولی میرے لئے بھی ہے ..."

"بہت خوب بابو جی ..." شیلا نے کہا "اپنی غلطی کی تلافی کا آپ نے بہت اچھا طریقہ ڈھونڈا ہے ... اس تلافی سے آپ ان والدین کو ایک اچھا راستہ دکھا رہے ہیں جو آپ ہی کی طرح غلطیوں کا شکار ہوں گے ... کیا رادھا کو مار کر خاندان کا یہ کلنک دُھل جائے گا؟ ... کیا آپ کا یہ اقدام اس حادثہ کی شہرت کا سبب نہ بنے گا ... کل یہ بات اخبارات میں آ جائے گی کہ ایک باپ نے اپنی بیٹی کو قتل کر دیا ... کون باپ تھا؟ ... اور اس نے کیوں قتل کیا؟ ... کیا ان سوالوں کا جواب دنیا کو نہ ملے گا؟ ــــ اور یہ جواب پا کر کیا دنیا میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی بدنامی نہ ہوگی ...؟"

"ضرور ہوگی ... مگر اس بدنامی کو دیکھنے اور سننے کے لئے میں نہیں ہوں گا ــــ

اور اس بدنامی کا جیتا جاگتا اشتہار یہ کلنکنی بھی نہ ہوگی ... اور جب یہ مر جائے گی تو اس باپ کے ناک کو بھی جنم نہ دے سکے گی، اور اگر پیدا ہو گیا تو عمر بھر ہمارے خاندان کی عزت اور آبرو کو ڈستا رہے گا ... اس کا مر جانا ہی بہتر ہے ... اس کا مر جانا ہی بہتر ہے ....."

پھر اس سے قبل کہ پرمود یا شیلا انھیں روکنے کی کوئی کوشش کرتے، انھوں نے ریوالور کی نال رادھا کی طرف تانی اور ٹریگر دبا دیا ... لیکن ——! گولی رادھا کے لگنے کی بجائے کمرہ کی چھت سے ٹکرائی، ساتھ ہی رادھا، شیلا اور پرمود کی چیخیں بھی نکل گئیں۔

مراری بابو کا ریوالور والا ہاتھ ایک مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھا، اور دونوں ہاتھ چھت کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ پھر اس مضبوط اور جوان ہاتھ نے ریوالور مراری بابو کے ہاتھ سے چھین لیا۔ مراری بابو تیزی سے اس کی طرف مڑے اور پھر اچانک ان کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔

"تو ... کمینہ ... بدمعاش ..."

"جی ہاں ——"

راج نے بڑے اطمینان سے کہا

"میں کمینہ بدمعاش ... آپ سے یہ پوچھ رہا ہوں، کہ آپ نے کونسے قانون کے تحت اس قتل کا پلان بنایا ہے؟"

رادھا ہکا بکا سی کھڑی ہوئی راج کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا ... مراری بابو نے دانت بھینچ کر کہا۔

"ابے قانون کے بچے ... تو مجھے قانون سکھانے آیا ہے ... ذلیل ... کمینہ ... تو نے میری بیٹی کی زندگی تباہ کر دی ... ایک بار اس کی جان بچا کر تو نے اس کا

اتنا بڑا انعام لیا؟... اتنے سے احسان کا اتنا بڑا بدلہ؟... اچھا ہوتا کہ تو نے اس کی جان ہی نہ بچائی ہوتی..."

"بابوجی... اگر میں رادھا کی جان نہ بچائی ہوتی، تو آج آپ کو اس کی جان لینے کا موقع کیسے ملتا؟... کیسے آپ اُن پر گولی چلاتے؟... کیسے آپ ان پر گولی چلاتے؟... کیسے آپ اپنی غلطی کا پھل پاتے...؟"

"اے کم بخت... میں نے تیرے ساتھ کونسی زیادتی کی تھی، جس کا انتقام تو نے لیا؟... تو نے کیسے قانون کے سہارے میری بچی کی زندگی برباد کی...؟

"اس قانون کے سہارے جس قانون کے سہارے ایک شوہر اور بیوی رہ سکتے ہیں... آپ سمجھتے ہیں کہ رادھا کے پیٹ میں اس کے یا میرے پاپ کا بچہ ہے... یہ آپ کی غلطی ہے... رادھا میری قانونی بیوی ہے"

"کیا بکتا ہے تو—؟"

"یہ ایک حقیقت ہے بابوجی—"

راجن نے اطمینان سے جیب سے کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔

"رادھا میری قانونی بیوی ہے ہم دونوں نے سول میرج کی تھی، اور اس کے دو گواہ بھی یہاں موجود ہیں... شیلا دیوی اور آپ خود..."

مراری بابو نے حیرت سے ان دونوں کی طرف دیکھا اور دونوں نے اثبات میں سر ہلائے اور شیلا نے کہا۔

"یہ سچ ہے بابوجی... ان دونوں کی سول میرج ہمارے سامنے ہوئی تھی... اور گواہوں کے خانے میں ہم دونوں کے دستخط بھی موجود ہیں..."

اور مراری بابو آنکھیں پھاڑے کھڑے رہے۔

اچانک پیچھے سے نرملا دیوی کی آواز سنائی دی۔

"ارے یہ سب کیا ہو رہا ہے؟... یہ گولی کی آواز کیسی تھی؟"

اُن لوگوں نے پلٹ کر دیکھا تو نرملا دیوی شامو کا سہارا لئے آہستہ آہستہ عینک درست کرتی ہوئی آ رہی تھیں۔ پھر وہ جیسے ہی اندر آئیں... ان کی نظریں پہلے سامنے ہی کھڑی ہوئی رادھا پر پڑیں اور وہ اچھل پڑیں۔

"ارے۔ رادھا... میری بچی... تو کب آئی؟"

پھر وہ تیزی سے آگے بڑھیں اور انھوں نے رادھا کو کلیجے سے لگا کر ڈھیر سا پیار کر ڈالے۔

"میری بچی... میری لال... تو کہاں چلی گئی تھی اپنی دادی ماں سے رُوٹھ کر... تجھے باپ سے کوئی شکایت تھی تو مجھ سے کہتی... ارے بیٹی... شریف گھرانے کی لڑکیاں کوئی اس طرح روٹھ کر جایا کرتی ہیں اپنے گھر سے؟"

رادھا اُن کے کندھے سے لگی سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ نرملا دیوی اُسے تھپک تھپک کر پیار کرتی رہیں، پھر مراری بابو کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"دیکھ لیا تو نے بیٹا... میں نہ کہتی تھی، کہ میری رادھا کی رگوں میں میرے خاندان کا خون ہے... وہ کتنی ہی آزاد کیوں نہ ہو جائے، مگر اپنا گھر نہیں بھول سکتی... صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے... اب تو اُسے معاف کر دے مراری بیٹا... اب تو اسے معاف کر دے..."

پھر اچانک اُن کی نگاہیں راج پر پڑیں... اور وہ راج کو دیکھ کر بے ساختہ چونک پڑیں... انھوں نے رادھا کو کندھے سے الگ کیا اور آہستہ آہستہ راج کے قریب آئیں... ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور ہونٹوں میں کپکپی تھی... اور راج... بڑے سکون سے کھڑا ہوا انھیں دیکھ رہا تھا۔ وہ راج کے بالکل سامنے آ کر رک گئیں اور کپکپاتے ہوئے لہجہ میں بولیں ــــــ

"ارے... موہن... بیٹا... تو کب آیا؟"

"موہن... !" مراری بابو اتنی زور سے اُچھلے، جیسے اُن کے قریب بم پھٹ گیا ہو—"

"موہن.... !!" رادھا بھی بے ساختہ اچھل کر راج کی طرف دیکھنے لگی۔

"ارے ہاں... یہ تو اپنا موہن ہے... اپنی سیتا کا لڑکا... ارے تم لوگوں نے اسے پہچانا نہیں؟... مگر تم لوگ کیسے پہچان سکتے تھے؟... آٹھ برس سے بھی زیادہ عرصہ بعد تم لوگوں نے اسے دیکھا ہے.... جب تم لوگ یہاں سے گئے تھے، تب تو یہ بچّہ ہی تھا۔"

"ہم... موہن...."

رادھا ہکلائی۔

"تت... تو... تم... راج نہیں... موہن ہو...؟"

مراری بابو چکرا کر دروازہ سے ٹک گئے... ان کی آنکھیں اب بھی حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ موہن نے ایک پژمردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہاں... میں موہن ہوں... سیتا دیوی کا بیٹا موہن... رادھا کے بچپن کا منگیتر موہن...."

"ہم... مگر..." مراری بابو ہکلائے "تم... تم نے.... یہ ڈرامہ کیوں کھیلا تھا—؟"

"ڈرامہ؟... کیسا ڈرامہ؟" نرملا دیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"ماں جی... یہی تو وہ لڑکا راج ہے، جس کے لئے رادھا نے گھر چھوڑا تھا!" مراری بابو نے کہا۔

"ہیں—" نرملا دیوی نے حیرت سے موہن کی طرف دیکھا۔ "کیا یہ سچ ہے

موہن بیٹا ———؟"

"ہاں دادی ماں —" موہن نے بھاری آواز میں کہا "یہ سچ ہے .... میں ہی راج بن کر رادھا سے ملا تھا —"

"لیکن کیوں؟... تم نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"اس سوال کا جواب مجھ سے نہیں، میری ماں کی چتا کے ان بھڑکتے ہوئے شعلوں سے پوچھیے جن کی آگ آج بھی میرے سینہ میں تازہ ہے —" موہن کی آواز بھرا گئی۔

"کیا ———؟" نرملا دیوی نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا "کیا سیتا ... بیٹا ... ہم ... مر گئی؟"

اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ کر پلنگ پر بیٹھ گئیں — موہن نے بھاری آواز میں کہا۔

"ہاں دادی ماں ... آپ کی سیتا بہن مر گئی ... وہ اسی روز مر گئی تھی، جس روز مرادی چاچا کا خط ملا تھا اور انھوں نے لکھا تھا کہ رادھا موہن سے رشتہ کے لئے رضامند نہیں ہے ... آپ تو جانتی ہی ہیں دادی ماں ... میری ماں نے بچپن سے ہی رادھا کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھا تھا۔ آپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ بچپن میں جب کملا چاچی کسی بات پر رادھا کو ڈانٹ دیتی تھیں تو رادھا میری ماں کی گود میں سر چھپا کر روتی تھی اور میری ماں کملا چاچی سے رادھا کے لئے لڑنے آیا کرتی تھیں ... پھر یہ ان کے لئے کتنی بڑی خوشی کی بات تھی، کہ رادھا سے میری سگائی ہو گئی تھی — رادھا، جس سے انھیں بے پناہ پیار تھا، وہ ان کی بہو بن کر آئے گی، یہ خیال ان کے لئے کتنی مسرت کا باعث تھا۔ اس کا اندازہ شاید دادی ماں کو ہی ہو سکتا ہے۔ اُٹھتے بیٹھتے وہ رادھا کو ایک بہو کے روپ میں

گھر آنگن میں پھرتے دیکھا کرتی تھی... اور یہی حال میرا بھی تھا۔ میرے
بچپن کا ایک طویل حصہ رادھا کے ساتھ کھیلتے کودتے گذرا تھا... اور
پھر میری سگائی بھی رادھا سے ہو گئی تھی... پھر رادھا مجھ سے اتنی
دور چلی گئی، کہ میں برسوں تک اُسے نہ دیکھ سکا... مگر اس دوری اور
جدائی نے رادھا کی محبت کو دل میں ایک مضبوط پودے کی شکل دے دی
تھی... میں نے اپنی زندگی کو کبھی بھی رادھا سے الگ رکھ کر نہیں دیکھا
تھا۔ میں نے زندگی کے آٹھ سال محض رادھا کی یاد کے سہارے گذار دیئے تھے۔
جب مجھے پتہ چلا کہ رادھا ولایت سے واپس آ رہی ہے تو میں اپنی خوشی کا
اندازہ خود نہ لگا سکا... ماں تو خوشی سے پاگل سی ہو اٹھی تھی... اس
نے یہ خبر سنتے ہی رادھا کو بہو بنا کر گھر لانے کے انتظامات شروع کر دیئے تھے۔
رادھا ولایت سے واپس آ رہی ہے تو اس کے لئے اس کے شایان شان ہی
انتظامات ہونا چاہیئے تھا۔ ماں نے مجھ سے کہا تھا کہ رادھا کے لئے شہر
میں کوٹھی خریدی جائے گی اور میں نے ماں کی زبان سے یہ بات نکلتے ہی
ایک دن کے اندر اندر شہر میں کوٹھی خرید لی۔ ماں نے کہا تھا کہ رادھا کار میں
گھومے گی۔ میں نے فوراً ہی کار کا انتظام کر لیا تھا... مگر... جب رادھا
کو بہو بنا کر لانے کی تیاریاں اپنے شباب پہ تھیں، تو مراری چاچا کا
خط ملا... جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ رادھا اس شادی کیلئے رضامند
نہیں ہے، کیونکہ رادھا ولایت کی پروردہ لڑکی ہے، اور موہن ایک
کسان خاندان کا کسان بیٹا... مراری چاچا کا یہ خط سنتے ہی ماں کے اوپر
جیسے بجلی سی گر پڑی... اس کے برسوں پرانے خواب مٹی میں مل گئے...
میری ماں حساس تھی، وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکی... اُسے دل کا دورہ

پڑتا اور چند گھنٹوں کے اندر وہ ختم ہو گئی ..."

کہتے کہتے موہن کا گلا رُندھ گیا۔ وہ چند لمحے خاموش رہا اور پھر بولا۔

"ماں کی موت نے میرا سکون چھین لیا... ماں کی چتا کے شعلے دل میں جلتے رہے اور میں نے دل میں عہد کر لیا کہ جب تک رادھا سے ماں کی موت کا انتقام نہیں لے لوں گا، چین سے نہ بیٹھوں گا... میں نے اپنے فارم کا چارج راجن کو دے دیا اور خود شہر چلا آیا... اور یہاں آکر میں نے سب سے پہلے رادھا کی مصروفیات کا پتہ لگایا.... پھر میں نے رادھا سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس رادھا سے... جس رادھا نے مجھے... اپنے بچپن کے منگیتر کو ایک کسان سمجھ کر اس لئے ٹھکرا دیا تھا، کہ ایک کسان اس کی نظروں میں سوسائٹی کے آداب نہیں جانتا.....

میں راج بن کر رادھا سے ملا.... میں اُسے سبق دینے کا فیصلہ کر چکا تھا... ایک ایسا سبق.... جو ایک ایسی لڑکی کو ضرور ملنا چاہیئے جو ہندوستانی خمیر کی پیداوار ہو، مگر جس کی رگ رگ میں مغربیت بھری ہوئی ہو... بحیثیت راج کے میں نے آج تک جو رویّہ رادھا کے ساتھ رکھا، وہ رویّہ وہی تھا جو یورپ کی ایک لڑکی کے ساتھ ہونا چاہیئے... میں مرانی چاچا کو بھی یہ دکھانا چاہتا تھا، کہ آپ اپنی جس لڑکی کو مغرب کے رنگ میں رنگ کر لائے ہیں، اس رنگ کی چمک اور تیزی بھی دیکھ لیجئے ___ پہلی بار جب میری ملاقات رادھا سے ہوئی اور میں نے انہیں ڈوبنے سے بچایا تو میرا انتقام چیخ چیخ کر یہی کہہ رہا تھا، کہ اس کی زندگی برباد کر دو ___ اس کی زندگی برباد کر دو ___ مگر میں اپنے ضمیر کو شکست نہ دے سکا... میں نے رادھا کو چھوا تک نہیں ___ دوسری بار جب وہ مجھے

کلب میں ملی تو میں نے ہی اُسے شراب پلائی، کیونکہ ایک مغربی لڑکی شراب کو گناہ سمجھ کر نہیں... صرف شراب اور مغربیت زندگی کی ایک شئے سمجھ کر پیتی ہے... میں ہی رادھا کو کار میں آپ کے پھاٹک تک لایا۔ مگر میں نے کوئی جرم نہیں کیا... کوئی گناہ نہیں کیا... میں نے رادھا کے ہونٹوں کی سرخی اُنگلیوں سے چاروں طرف پھیلائی اور اُسے پھاٹک پر چھوڑ کر چلا گیا.... پھر رادھا نے گھر چھوڑ دیا...... وہ مجھے کلب میں ملی، جہاں اُس نے مراری چاچا کے ساتھ گستاخی کی۔ اور وہ وہی گستاخی تھی، جو ایک مغربی ذہن کی لڑکی اپنی آزادی میں رکاوٹ پڑنے پر کر سکتی تھی۔ چاچا اُسے چھوڑ کر چلے آئے... مگر میں نے بھی اُسے چھوڑ دیا — اُسے صرف یہ دکھانے کے لئے، کہ ایک لڑکی جب گھر چھوڑ دیتی ہے تو اُسے ایک بے پتوار کی ناؤ سمجھ کر ہر انسان اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔

رادھا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ایک ایسے ہی شکاری نے رادھا کو لوٹنے کی کوشش کی... مگر میں رادھا کو اُس سے چھین کر لے گیا... پھر میں نے رادھا سے سول میرج کی، جس کے گواہ شیلا دیوی اور پدمو دیتے..... رادھا میرے ساتھ رہنے لگی.... مگر اس کی مغربیت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اُسے اس مغربیت کا نتیجہ دکھانے کے لئے ہی میں نے عیاشی کا ڈھونگ رچایا... نتیجہ خاطر خواہ نکلا... رادھا لاکھ مغربیت کے حامل ذہن کی مالک سہی مگر بہر حال اس کا خمیر ہندوستانی ہے... جو لڑکی اپنی آزادی کے لئے اپنے باپ کا گھر چھوڑ سکتی تھی، وہی لڑکی اپنے شوہر کی آزادی سے جلنے لگی... خار کھانے لگی... اور وہ میری فتح کی نشانی تھی.....

اور پھر آج ——!

آج میں نے رادھا کی جلن کی انتہا دیکھی تھی اور اُسے اس لئے گھر سے نکالا تھا، کہ رادھا کو یہ احساس دلاؤں، کہ مغرب کی لڑکیوں کے لئے شوہر کے گھر سے نکل جانا کوئی بُری بات نہیں... مگر مشرق کی لڑکی شوہر کے گھر سے نکل کر کہیں کی نہیں رہتی.... اس کے لئے سماج میں کوئی جگہ نہیں ہوتی... خود اپنے دل میں بھی اس کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی.....

مغرب پھر مغرب ہے اور مشرق پھر مشرق... میں نے دیکھا تھا کہ رادھا کو مراری چاچا اٹھا کر لے جا رہے ہیں، اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ رادھا میرے بچّہ کی ماں بننے والی ہے... اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ مراری چاچا یہی سمجھیں گے کہ رادھا راج کے ساتھ بغیر شادی کے رہ رہی ہے، کیونکہ میں نے بھی اس شادی کو راز رکھا تھا اور شیلا دیوی اور پرمود سے بھی اسے راز ہی رکھنے کی درخواست کی تھی، کیونکہ شیلا دیوی کو میں نے بہت پہلے ہی اس راز کا شریک بنا لیا تھا... اور میں جانتا تھا کہ جب مراری چاچا کو پتہ چلے گا، کہ ان کی بیٹی رادھا بغیر شادی کے ایک بچہ کی ماں بننے والی ہے تو ان کے دل پہ کیا بیتے گی؟... اور یہی اس ڈرامہ کا نقطۂ عروج ہوگا... اسی لئے میں بھی پیچھے پیچھے چلا آیا تھا... اور اس ڈرامہ کا نقطۂ عروج بھی میری توقع کے عین مطابق ہی ہوا تھا.... ایک ایسا باپ جس نے اپنی بیٹی کو اتنی آزادی دے دی ہو، اور اُسے آزادی کے فوائد تو بتائے ہوں، مگر اُن کے نقصانات کی بابت کچھ نہ بتایا ہو... وہ یہی کہہ سکتا ہے کہ اپنی غلطی کی بنیاد ہی اکھاڑ پھینکے ــــ"

وہ لوگ سنّاٹے میں کھڑے ہوئے موہن کی گفتگو سن رہے تھے... پھر موہن نے چند لمحے ٹھہر کر کہا ــــ

"اور آج ــــ یہ ڈرامہ اپنے انجام تک پہنچ چکا ہے... مگر مجھے آج بھی

رادھا سے وہی محبت ہے جو بچپن سے تھی، اور جس محبت کی میں نے اپنے سینہ میں آٹھ برس سے زیادہ پرورش کی ہے ... رادھا میری پتنی ہے، اور رادھا میری ماں کی بہو ہی رہے گی ... اب وہ اس گھر سے پھیروں کے بعد ڈولے میں بیٹھ کر ماں کے اُس گھر میں جائے گی جس گھر میں ماں برسوں سے رادھا کو ایک بہو کے روپ میں چلتے پھرتے دیکھتی رہی ہے ... ماں کی زندگی میں یہ خواب پُورا نہ ہو سکا، مگر اب اس کا یہ خواب ضرور پورا ہو گا، تاکہ اس کی آتما کو شکون مل سکے ..."

اور رادھا کچھ دیر تک آنکھیں پھاڑے موہن کی طرف دیکھتی رہی ... پھر جلدی سے آگے بڑھی اور موہن کے کندھے سے لگ کر سسکیاں لے لے کر رونے لگی -

ختم شُد

کتابت: مسرور حسن

ممبر بننے کی فیس صرف ایک روپیہ

آپ صرف یہ کیجئے: نیچے لکھے پتہ پر اپنی پسند کی ۱۲/- قیمت کی کوئی سی سٹار پاکٹ بکس کا نام لکھ بھیجئے اور ہم آپ کو یہ کتابیں "اپنی لائبریری اسکیم" کی رعایت کے مطابق ۱۰/- کی وی پی (ڈاک خرچ ہمارے ذمہ) سے بھجوادیں گے۔ اسی طرح ہر تین ماہ میں صرف ایکبار آپکو ۱۲/- قیمت کی کتابیں ۱۰/- کی وی پی سے بھجواتے رہیں گے ڈاک خرچ جو تقریباً ۲/- ہوتا ہے وہ بھی ہم اپنے ذمہ لیں گے۔ ممبرشپ فیس کا ایک روپیہ منی آرڈر سے بھجوادیں یا ہمیں اجازت دیں ہم یہ فیس پہلی وی پی میں شامل کر لیں گے۔

اس رعایت کے علاوہ دوسری سہولیات: اس اسکیم کے ممبران کو (۱) ہر ماہ ماہنامہ "آج کا ادب" بلاقیمت بھجوایا جاتا ہے (۲) سٹار پاکٹ بکس کے علاوہ دیگر مطلوبہ کتب پر بھی ۱۲½ فیصدی کمیشن اور ڈاک خرچ فری کی رعایت (۳) ہر سال کے شروع میں ایک خوبصورت رنگین کیلنڈر بلاقیمت (۴) پہلی وی پی میں پلاسٹک کا ایک خوبصورت بک کور فری (۵) وقتاً فوقتاً خوبصورت اور مفید تحفے ـــ یہ تمام سہولیات بھی اس اسکیم کے ممبران کے لئے ہیں!
اس اسکیم کے ممبر بن کر آپ بہت معمولی خرچ سے اپنے گھر میں ایک خوبصورت لائبریری بنا سکتے ہیں جو آپ کے اور آپ کے دوستوں کے لئے تفریح کا باعث رہے گی۔

سٹار پاکٹ سیریز کی "اپنے گھر میں اپنی لائبریری اسکیم"
کا ممبر بننے کیلئے اپنی پسند کی ۱۲/- کی کتب کے نام لکھ کر آج ہی ارسال کریں ممبرشپ کی فیس پہلی وی پی میں لگا لی جائے گی۔

اپنے گھر میں اپنی لائبریری اسکیم
۲۷۱۵- دریا گنج ـــــــ دھلی ۶
اپنی پسند کی کتب کے لئے فہرست مفت منگا دیں!

چند اچھے ناول

ناول	مصنف	قیمت
امیر خسرو	علی عباس حسینی	۳/۷۵
لاجونتی	رمیش چندر	۴/۵۰
گناہوں کا دیوتا	دھرم ویر بھارتی	۷/-
پانچ لوفر	کرشن چندر	۴/-
لندن کے سات رنگ	"	۳/-
ایک ہیروئن پانچ لوفر	"	۳/۵۰
چاندی کا گھاؤ	"	۵/۵۰
ایک گدھا نیفا میں	"	۴/-
چندر کانتا (۲ حصے)	دیوکی نندن	۸/-
بہو بیگم	عادل رشید	۵/۵۰
چھوٹی رات	"	۴/-
چراغ بولتے ہیں	"	۶/۵۰
سہرے کے پھول	"	۵/-
زندگی کا سفر	"	۴/۵۰
انتقام	"	۴/-
دردِ دل	"	۳/-
آخری سلام	"	۵/-
شبِ غم	"	۵/۲۵
چودھویں کا چاند	"	۲/۲۵
میلی چاندنی	گلشن نندہ	۳/-
کلنکنی	"	۳/-
ٹوٹے پنکھ	"	۳/۵۰
سانولی رات	"	۴/۵۰
نیل کنٹھ	"	۶/۵۰
میں اکیلی	"	۴/-
پتھر کے کنول	عارف مارہروی	۶/-
اماوس کے بعد	"	۶/۷۵
اُجالے کی کرن	"	۳/۷۵
سمجھوتہ	"	۵/-
دھوپ چھاؤں	"	۴/۵۰
دہلیز	"	۴/۷۵
کب صبح ہوگی	"	۵/-
دیواریں	کرشن گوپال عابد	۲/۵۰
بوند اور سمندر	"	۳/-
پائل کے زخم	نور شباہ	۲/۵۰

پنجابی پستک بھنڈار
دریبہ کلاں - دہلی

رُومانی سنسار میں قاری کی ذہنی تشنگی فرد کرنے کے لئے وہ سب کچھ موجود ہے جو کسی بھی اچھی رومانی پاکٹ سیریز کی خصوصیت ہے۔

رُومانی سنسار میں ہر ماہ آپ کے پسندیدہ مصنف کی بلند پایہ تخلیق شائع کی جاتی ہے۔

رُومانی سنسار کو آپ کتابت طباعت اور گٹ آپ کے اعتبار سے کسی بھی غیر ملکی پاکٹ بک کے مقابلہ میں رکھ سکتے ہیں۔

ماہنامہ

رُومانی سنسار دھلی

ادارہ پی پی بی جرنلز کی طرف سے ہر ماہ باقاعدگی سے شائع کیا جاتا ہے۔

خود پڑھیئے

اور دوستوں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیجئے۔

آپ کے جانے پہچانے مصنّف

عارف مارھروی

کا ہر ماہ ایک نیا ناول ——— قیمت صرف دو روپے

ماہنامہ رُومانی سنسار، دریا گنج، دھلی ۶